نضر الله امرا اسمع مناشيئا فبلغه كما سمعه ،فرب مبلغ او عیٰ من سامع

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کچھ سنے اور بغیر کمی پیشی کے آگے پہنچائے، اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھتے ہیں

خلاصہ شرح نخبۃ الفکر مع

خیر الاصول فی حدیث الرسول

جس میں شرح نخبۃ الفکر کی مباحث کو نقشوں کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔

مصنف

مولانا عطاء اللہ ظریف خیل صاحب

تقریظ

استاذ الحدیث و مفتی حضرت مولانا

مولانا توفیق شاہ

جامع دار الخیر کراچی

دار الناشر

نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه ،فرب مبلغ اوعىٰ من سامع .
اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جو ہم سے کچھ سنے اور بغیر کمی بیشی کے آگے پہنچائے ،اس لئے
کہ بہت سے وہ لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھتے ہیں

خلاصہ شرح نخبة الفکر مع
خیرُ الاصول فی حدیث الرسول

(جس میں شرح نخبۃ الفکر کی مباحث کو نقشوں کی مدد سے سمجھایا گیا ہے)

مؤلف

مولانا عطاء اللہ ظریف خیل صاحب

دار الناشر

عمر ٹاور۔حق سٹریٹ ،اردو بازار لاہور۔
03338335011,03008926213

Ustad-ul-Hadees
Mufti Hazrat Moulana Taufique Shah
Jamia Dar-ul-Khair Block 15, Plot ST-2,
Gulistan-e-Jauhar Karachi
Cell: 0333-3314965

استاد الحدیث و مفتی حضرت مولانا توفیق شاہ
جامعہ دار الخیر بلاک 15، پلاٹ ST-2،
گلستان جوہر کراچی۔

حوالہ نمبر ______ تاریخ: ______

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد! راقم الحروف کو کافی عرصہ شرح نخبۃ الفکر پڑھانے کا اتفاق ہوا اور اسکی اکثر شروحات (عربی، اردو) میرے زیر مطالعہ رہی ہیں بعض شروحات میں کافی ایجاز ہے جو متعلق عبارات کے عمق تک پہنچنے میں مخل ہیں۔ اور بعض شروحات میں طویل طویل مباحث کی وجہ سے اطناب پایا جاتا ہے جس سے طبیعت اکتا جاتی ہے اور غرض تک پہنچنے میں دونوں صورتیں (ایجاز و اطناب) مانع ہیں۔

زیر نظر کتاب مولانا عطاء اللہ ظریف صاحب نے ہر بحث کو نقشوں کی مدد سے سمجھایا ہے جو طلبہ کیلئے اجمالاً اصطلاحات کو سمجھنے میں معاون ہیں پھر اسکی توضیح کی ہے ان دو صورتوں سے طلبہ اس فن کے مباحث اور اصطلاحات کو جلد از جلد اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیں گے

الحمد للہ! میں نے اس کتاب کو بالاستیعاب پڑھا ہے اور کافی مفید پایا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ موصوف کے علم و عمل میں برکت عطاء فرمائے اور قیامت تک انکی اولاد میں دینداری و دین کی خدمت کو باقی رکھے۔ (آمین)

استاذ الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعہ دار الخیر کراچی
حضرت مولانا مفتی توفیق شاہ صاحب
۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۳ء، یوم الخمیس

[signature]

مکان نمبر 11/42 شیٹ نمبر 8، ماڈل کالونی کراچی۔ فون: 0333-3314965

فہرست مضامین

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !

وبعد!

علم مصطلح الحدیث کے میدان میں جب پہلی بار قدم رکھا، تو ایسی جامع کتاب سے ابتداء ہوئی جس کے متعلق علامہ رضی الدین حنفیؒ نے اپنی کتاب "**قفو الاثر فی مصطلح اهل الاثر**" کی ابتداء میں یہ مدحیہ شعر ذکر کیا ہے۔

والنجم تستصغر الابصار ورته
والذنب للطرف لا للنجم فی الصغر

اور اس کی شرح "**نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر**" کی تعریف اس شعر سے کی ہے

یشیر الی غر المعانی بلفظه
کحب الی المشتاق بالحظ یرمز

تو اس جیسی دقیق المتن والمعنی کتاب سے مجھ جیسے کمزور طالب علم کے لئے استفادہ کیونکر ممکن تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل رہا کہ ایسے مشفق ومربی استاذ حضرت **مولانا عمران عیسیٰ حفظه الله ورعاه** عنایت فرمائے، جنہوں نے نہ صرف اس کی دقیق عبارات کو کھول کر سمجھایا بلکہ "**کشف الغطاء عن خفایاه**" کا مصداق ثابت ہوئے جسکی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس حقیری سی کاوش کی توفیق بخشی۔

دورانِ درس مجھے خیال ہوا کہ اتنی اہم اور مختصر کتاب کو اگر نقشوں کے انداز میں پیش کردیا جائے تو بہت بہتر ہوگا، کیونکہ درجہ ابتدائیہ میں ہمارے استاد حضرت **مولانا مفتی محمد ارشد** صاحب ہمیں صرف ونحو کے مباحث نقشے اور جداول بنا کر سمجھاتے تو وہ جلد ذہن نشین ہوجاتے تھے تو اسی سے یہ خیال ہوا کہ اگر اس کتاب کا بھی جدول بنالیا جائے تو یہ کتاب زود فہم اور سہل تر ہوجائیگی۔

تواسی سال (سابعہ) میں اللہ کے فضل وکرم سے مصطلحات حدیث کو جدول کے انداز میں مرتب کرنا شروع کیا اور دورہ حدیث کے سال جب میں نے اسکو استاد محترم مولانا عمران عیسیٰ صاحب کو دکھایا تو انہوں نے مجھے اسکی تصحیح کے لئے "محقق العصر الفاضل البحاثه الدكتور محمد عبدالحليم النعماني حفظه الله ورعاه" کے پاس بھیجا، پھر ان کے حکم سے میں نے اس کی تصحیح اپنے "تخصص فی علوم الحدیث سال دوم کے ساتھی حضرت مولانا مفتی اسد الله اور مولانا مفتی رفیع الله سے کرائی۔ اس کے بعد زبان وبیان کی درستگی وشستگی کے لیئے یہ کتاب حضرت مولانا مفتی احسان الحق صاحب استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ بنوریہ عالمیہ کے سپرد کی جنھوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کے لیئے مختلف اوقات میں وقت نکالا اور کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کے لیئے ہر ممکن کردار ادا کیا۔ بفضلہ تعالیٰ اس جدول کی توضیح اور اصطلاحات کے لئے ایک ایک مثال اور اسکی تشریح انتہائی سہل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

یوں اللہ کے فضل سے ایک مختصر رسالہ "خلاصه شرح نخبة الفکر" کے نام سے مرتب ہوا، اس کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ سب سے پہلے جدول (نقشہ) کو رکھا گیا ہے اور پھر اس کی وضاحت کے بعد ہر ایک اصطلاح حدیث کے لئے ایک مثال پیش کی ہے جس کو سہل انداز میں ممثل لہ پر منطبق کر کے مشکل مباحث کو ایک آسان سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ یہ کتاب مبتدئین فن کے لئے مفید اور میرے، میرے والدین، اساتذہ اور معاونین کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

آمین آمین لاارضى بواحدة

حتى اضم اليه الف آمين

ابو محمد عطاء اللہ بن محمد امین ظریف خیل

۷ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

مقدمه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى انزل الكتاب المبين ،يرفع به اقواما ويضع به آخرين وجعل علم الحديث تفسير ا له وقدوة حسنة للسالكين وبعث محمدا نبيا فى الاميين فجعله اعلم الاولين والآخرين وخاتم الانبياء وسيدالمرسلين بلغ الرسالة وادى الامانة ونصح الامة فقام باعباء النبوة خير قيام فى العالمين اللهم فصل وسلم عليه افضل الصلوٰة وازكى التحيات الى يوم الدين وعلى آ له الطيبين واصحابه الطاهرين والفقهاء والمحدثين الذين حفظو الشريعة عن تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين.

علم حدیث کا آغاز اور مختلف ادوار

علم حدیث کے پڑھنے والے اور اس میں غور وخوض کرنے والے کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ علم حدیث کی اساس وبنیاد قرآن مجید اور سنت نبویہ میں موجود ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا" (الحجرات : ٦)

ترجمہ: اے مؤمنو! اگر کوئی گنہگار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔ (معارف القرآن، ۱۰۳/۸)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه ،فرب مبلغ اوعىٰ من سامع .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کچھ سنے اور بغیر کمی بیشی کے آگے پہنچائے، اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھتے ہیں، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فرب حامل فقه الی من هو افقه منه ،ورب حامل فقه لیس بفقیه

ترجمہ: اس لئے کہ بہت سے علم کے حاملین ان لوگوں تک علم کی بات پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ علم وسمجھ والے ہوتے ہیں اور بعض علم وفقاہت کی بات جاننے والے خود فقیہ نہیں ہوتے۔

(مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۹، مقدمہ علوم الحدیث للاسعدی، ص: ۳۹)

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اس بات کی اور کہنے والے کی خوب تحقیق کر لی جائے، جبکہ حدیث میں حدیثوں کو یاد رکھنے اور اسے انتہائی احتیاط سے آگے دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب ہے، اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا نصوص سے علم حدیث کے آغاز کا بھی علم ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر عمل پیرا ہونے کی خاطر کسی حدیث کو قبول کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں انتہائی احتیاط برتتے، اسکی حقیقت معلوم کرنے کی جستجو کرتے تھے خاص کر جب کسی ناقل حدیث کے بارے میں انہیں شک ہوتا۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں سب سے پہلے احتیاط اختیار کرنے والے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کسی میت کی دادی میراث کے لئے حاضر ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتاب اللہ میں مجھے تمہارے لئے کوئی حکم نہیں ملتا اور نہ تمہارے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کچھ

سنا، پھر آپؓ نے دوسرے صحابہ سے اس مقدمہ کے متعلق معلوم کیا حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے جدہ (دادی) کو سدس (چھٹا حصہ) دلوایا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کوئی شخص بھی تمہاری تصدیق کرنے والا ہے؟ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے بھی حضرت مغیرہؓ کی تصدیق کی۔ تب آپؓ نے اس (فیصلہ) کو قبول کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص:۱۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطابؓ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے محدثین کے لئے حدیث کی روایت میں تثبت وتوقف کا طریقہ جاری کیا اور خصوصاً خبر واحد میں انتہائی احتیاط اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ جریریؒ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ ''سلام علیکم'' کہا، جواب نہ ملنے پر واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے آدمی روانہ کر کے واپس بلوایا اور دریافت کیا کہ تم واپس کیوں چلے گئے؟

حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ ''سلام علیکم'' کہے اور اسے جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے اس بیان پر آپ کوئی گواہ لائیں ورنہ آپ کی سرزنش کروں گا۔

لہٰذا حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے (اس وقت آپ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا) ہم لوگوں نے عرض کیا حضرت! کیا واقعہ ہے؟ انہوں نے تمام واقعہ بیان فرمایا اور کہا: کہ تم لوگوں میں سے کسی کو حضور ﷺ کا یہ فرمان معلوم ہے؟ ہم نے کہا: ہم سب کو معلوم ہے۔

چنانچہ ہم نے اہل مجلس میں سے ایک شخص کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس حدیث کی اطلاع دی اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث کے ساتھ

تائیدی طور پر دوسرا شخص شامل ہو جائے تاکہ حدیث میں مزید قوت پیدا ہو جائے، یہ نہیں تھا کہ ان کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت پر شک تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ:۱/۶)

عہد صحابہ میں سند کی ضرورت:

ماقبل کی تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ سند کی تحقیق عہد رسالت وعہد صحابہ ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ اسی (تحقیق سند کے) سلسلہ میں رجال حدیث (یعنی راویان حدیث) کی جانچ پڑتال بھی شروع ہوئی، چنانچہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابن سیرینؒ کا یہ قول منقول ہے

"لم یکونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة ،قالوا سموا لنا رجالکم فینظر لی اهل السنة فیؤخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلایؤخذ حدیثهم."

حضرات صحابہ کرام وتابعین اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، مگر جب فتنوں کا دوردورہ ہوا تو صحابہ اور تابعین نے رجال سند کی تفتیش شروع کی اور کہا کرتے تھے کہ پہلے بتاؤ کہ کس سے سنا اور کس نے کہا؟ ناقلین میں سے اہل سنت اور اہل بدعت کو وہ حضرات دیکھتے اور اہل سنت کی حدیث کو لیتے تھے اور اہل بدعت ناقل کی روایت کو چھوڑ دیتے تھے۔

(مقدمہ علوم الحدیث، ص:۴۰)

اسناد کی اہمیت وضرورت:

اسناد کی فضیلت کے بارے میں ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: **الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء،**

اسناد دین کا حصہ ہے، اگر سلسلہ سند نہ ہوتا تو ہر شخص (اپنی مرضی سے دین کے معاملہ میں) جو کہنا چاہتا کہتا۔

سفیان ثوریؒ سے منقول ہیں: **الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معه**

سلاح فبای شیء یقاتل؟

سند مؤمن کا ہتھیار ہے اور اگر مؤمن کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو کس چیز سے لڑے گا؟

امام شافعیؒ نے فرمایا: **مثل الذی یطلب الحدیث بلااسناد کمثل حاطب لیل.**

اس شخص کی مثال جو بلاسند حدیث حاصل کرتا ہے بے کار لکڑیاں جمع کرنے والے کی سی ہے۔

بقیہؒ نے فرمایا: میں نے حماد بن زید کو حدیثیں بیان کیں تو انہوں نے فرمایا:

ماجودھا لو کان لھا اجنحۃ یعی اسناد: یعنی یہ کتنی اچھی احادیث ہیں: اگر ان کی سند ہوتی تو کیا ہی بات تھی۔

(الاجوبۃ الفاضلۃ، ص:۲۲، ۲۳، ط: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ)

اسناد کی حقیقت اور مختلف علوم کا وجود میں آنا:

اسناد سے چونکہ ناقلین مراد ہوتے ہیں، اور حدیث پر اعتبار ان ناقلین کے کردار کے علم پر موقوف ہے، لہٰذا وہ علوم سامنے آئے جن مین راویوں کے حالات زندگی، علمی معیار، مرتبہ اور اخلاق و کردار سے بحث ہوتی ہے، اور انہی کی مناسبت سے حدیث کے انقطاع واتصال وغیرہ کی صورتوں کی تفصیلات سامنے آئے، اور مزید وسعت کر کے علماء کرام نے حدیث کی تحصیل ونقل کی صورتوں اور شرائط وآداب اور معانی ومفاہیم اور حدیث پر عمل کی رو سے بحثیں کیں اور اپنی تحقیقات کو پیش کیا۔

علوم حدیث کی تعداد کی بابت ابن ملقنؒ سے منقول ہے کہ دو سو سے زائد ہیں، مشہور محققین میں حاکمؒ نے ۵۰ نووی وابن الصلاح نے ۶۵، سیوطی نے ۹۳ علوم ذکر کئے ہیں اور ابو حاتمؒ اور ابن حبان نے صرف ضعیف حدیث کے تحت ۴۹ علوم اور مناوی نے عقلاً ۱۲۹ کا ذکر کیا ہے۔ (مقدمہ علوم الحدیث، ص ۳۵)

دوسری صدی کے نصف تک ان علوم اور ان کے اصول وقواعد کے سیکھنے سکھانے اور نقل کا کام سینہ در سینہ چلتا رہا، پھر ان کی تحریر کی نوبت آئی مگر مستقل کتابوں کی صورت میں نہیں بلکہ مختلف علوم مثلاً: حدیث وفقہ کی کتابوں میں ذیلی مباحث میں اس کا تذکرہ ہوا، اگر

کتاب لکھی بھی گئی تو وہ صرف چند مباحث سے متعلق تھی، حتی کہ چوتھی صدی ہجری میں جب تمام علوم اسلامیہ نے ترقی کی منزلیں طے کر لیں اور حد کمال تک پہنچ گئے تو اصول حدیث میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔

اصول حدیث کی اولین کتب:

اصول حدیث میں سب سے پہلے قاضی محمد حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی نے ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' کے نام سے تصنیف کی پھر یہ سلسلہ چل پڑا جو الحمدللہ متون شروح وحواشی کی صورت میں آج تک جاری ہے۔

(مقدمہ علوم الحدیث للاسعدی: ۴۰)

قاضی رامہرمزیؒ کی کتاب چونکہ اس کی تمام تر اصطلاحات کو حاوی نہ تھیں تو ابو عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (م: ۴۰۵) نے اس کے بعد ''معرفۃ علوم الحدیث'' کے نام سے تصنیف کی جو کہ غیر مرتب ہونے کے ساتھ حشو وزوائد سے خالی نہ تھی، اس لئے اس کی تلافی کے لئے ابونعیم (م: ۴۳۰) نے باقی ماندہ مسائل کا اضافہ کرتے ہوئے حاکم کی کتاب پر مستخرج لکھی لیکن وہ بھی اس کا مکمل حق ادا نہ کر سکے۔

ان سب حضرات کے بعد خطیب ابوبکر بغدادی (م: ۴۶۳) نے اصول حدیث میں ''الکفایۃ فی قوانین الروایۃ'' اور آداب روایت میں ''الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع'' تصنیف کی، اس کے علاوہ علوم حدیث کی دیگر انواع میں اکثر انواع پر خطیبؒ نے مستقل کتاب لکھی ہے

خطیب بغدادیؒ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور متاخرین میں قاضی عیاضؒ نے ''الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع'' اور ابوحفص نے ''مالایسع المحدث جہلہ'' کے نام سے کتاب لکھی۔ (شرح نخبۃ الفکر: ۱۴، ۱۶)

اصول حدیث میں ابن الصلاحؒ کی امامت:

خطیب بغدادیؒ کے بعد اہل علم انہیں کی کتب سے استفادہ کرتے رہے، یہاں تک کہ عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح شہرزوریؒ (م: ۶۴۳) آئے، تو انہوں

نے خطیب بغدادیؒ کی متفرق تصانیف پر اعتماد کرتے ہوئے مدرسہ اشرفیہ میں جب ان کو تدریس حوالہ کی گئی تو اپنی مشہور کتاب کو جمع کرنا شروع کردیا جس میں وہ علوم حدیث کو ایک مہذب انداز میں پیش کرنے لگے اور رفتہ رفتہ اس کا املاء کراتے رہے تاہم انہوں نے خطیبؒ کی مختلف تصانیف میں بکھرے ہوئے مقاصد ومحاسن کو یکجا کرکے بیان فرمایا اور اسکے ساتھ کئی بہترین ومفید فوائد کا اضافہ بھی کردیا، مگر چونکہ یہ کتاب حسب ضرورت دیئے گئے دروس پر مشتمل تھی کوئی مستقل تصنیف نہ تھی، اس لئے اس کی ترتیب بھی غیر مستحسن تھی مگر اس کے باوجود علم مصطلح الحدیث کے پیاسوں کے لئے ایک سیراب کن چشمہ تھا جس کا کوئی مثل نہ تھا اس کے بعد گویا علماء نے مستقل تصنیف ترک کردی اور اسی کتاب کو مرکز نگاہ بنالیا کسی نے اس کی شرح لکھی، کسی نے تلخیص لکھی، کسی نے اس کو نظم میں مرتب کیا۔

نخبۃ الفکر کی وجہ تالیف:

یہاں تک کہ حافظ ابن حجرؒ (م:۸۵۲) اپنے بعض حضرات کی درخواست پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں آئے، مقدمہ ابن الصلاح کی تلخیص ''**نخبة الفكر في مصطلح اهل الاثر**'' کے نام سے کی جو اور اس میں ایسے نکات لطیفہ اور نفائس مرغوبہ بھی ذکر کئے جو کہ نایاب تھے، لیکن چونکہ یہ کتاب انتہائی مختصر ہونے کی وجہ سے مشکل تھی اور حافظ صاحبؒ نے اس بات کو محسوس کیا تو انہوں نے ''**صاحب البيت ادرىٰ بمافيه**'' کا مصداق بنتے ہوئے اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے مختصر شرح لکھ دی۔ (شرح نخبة الفكر: ۱۶، ۱۷)

ولله الحمد على ما اعطانى التوفيق لشرح هذا الكتاب۔

بسم الله الرحمن الرحيم

خبر کی تقسیم باعتبار تعداد اسانید

الخبر إما ان يكون له طرق الخ ص:١٨-١٩، ط: قديمی کتب خانه
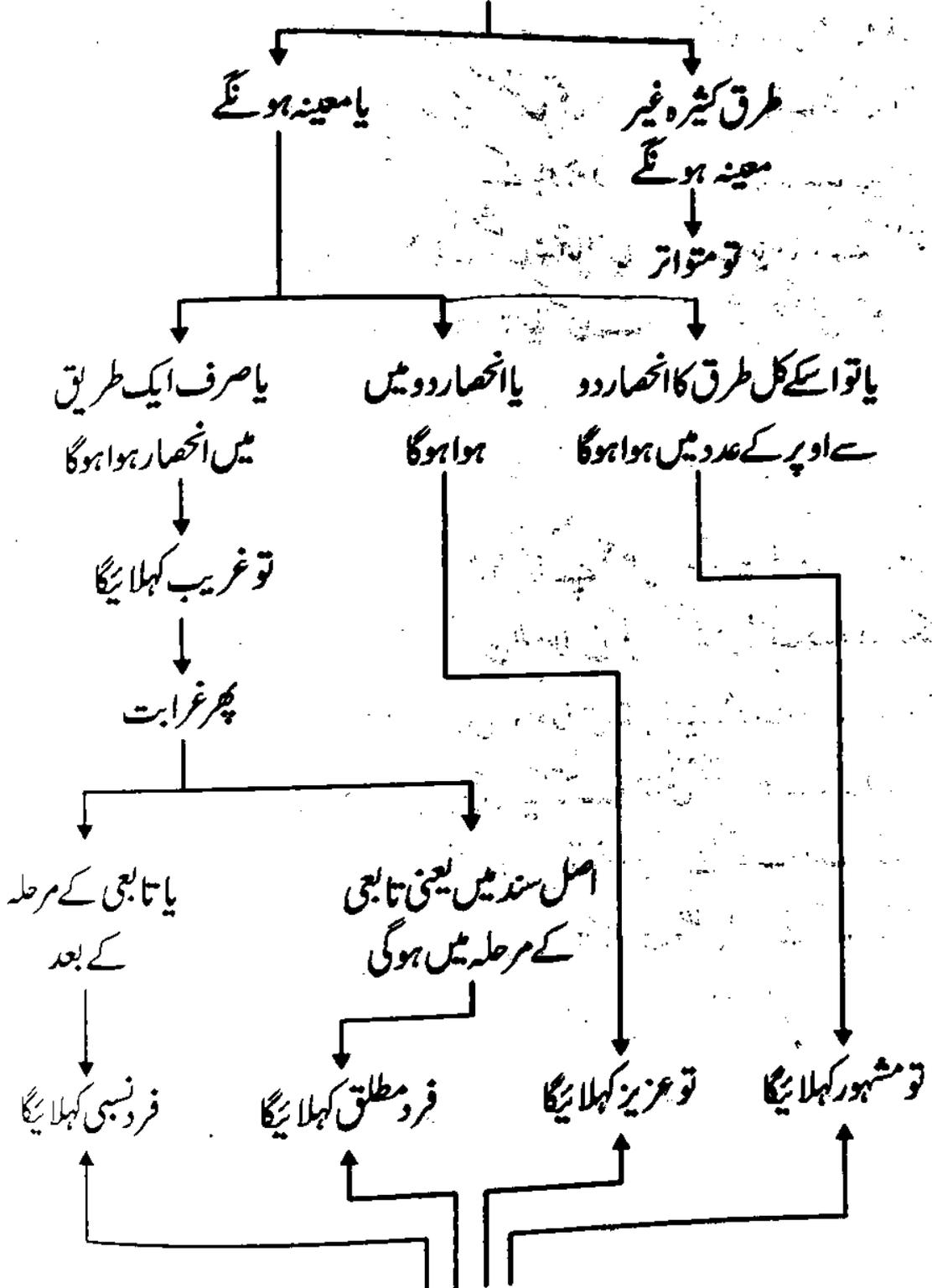
خبر کی تقسیم باعتبار تعداد اسانید:

خبر ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے دو حال سے خالی نہیں۔
یا تو اسکے طرق کثیرہ غیر معینہ ہونگے یا معینہ ہونگے، اگر اول ہو تو متواتر کہلاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حافظ ابن حجرؒ نے متواتر کے تحقق کے لیئے پانچ شرطیں بتائی ہیں۔

(۱) راوی متعدد ہوں،
(۲) تعدد طرق و واسطہ کسی زمانہ میں فوت نہ ہوا ہو،
(۳) اس واسطہ کی انتہاء میں آخری واسطہ والے کے خبر کا تعلق حس یعنی سمع یا بصر سے ہو عقلی چیز نہ ہو،
(۴) سامع اتنے متعدد واسطوں کے بعد اس خبر کے جھوٹے ہونے کو محال سمجھے،
(۵) پانچویں شرط میں حافظ متفرد ہے اور بعضوں نے اسکو بطور حکم کے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان چاروں شرطوں کے بعد حاصل ہونے والا علم علم بدیہی ہو، علم نظری نہ ہو۔

اگر ثانی ہو تو تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا یا تو اس خبر کے طرق کا انحصار دو سے اوپر کسی عدد میں ہوا ہوگا یا دو میں ہوا ہوگا یا صرف ایک طریق میں انحصار ہوا ہوگا اگر اول ہو تو مشہور کہلائیگا اور ثانی کو عزیز اور ثالث کو غریب کہتے ہیں۔

غرابت پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو اصل سند یعنی تابعی کے مرحلہ میں ہوگی یا تابعی کے مرحلہ کے بعد ہوگی، اول ہو تو فرد مطلق کہلاتا ہے اور ثانی ہو تو فرد نسبی۔ اور ان چاروں میں سے ہر ایک کو خبر واحد کہتے ہیں۔

خبر واحد کی تقسیم باعتبار قبول ورد

وفیها (أی الآحاد) المقبول وفیها المردود،ص: ۳۱، ۳۲، ط: قدیمی کتب خانہ
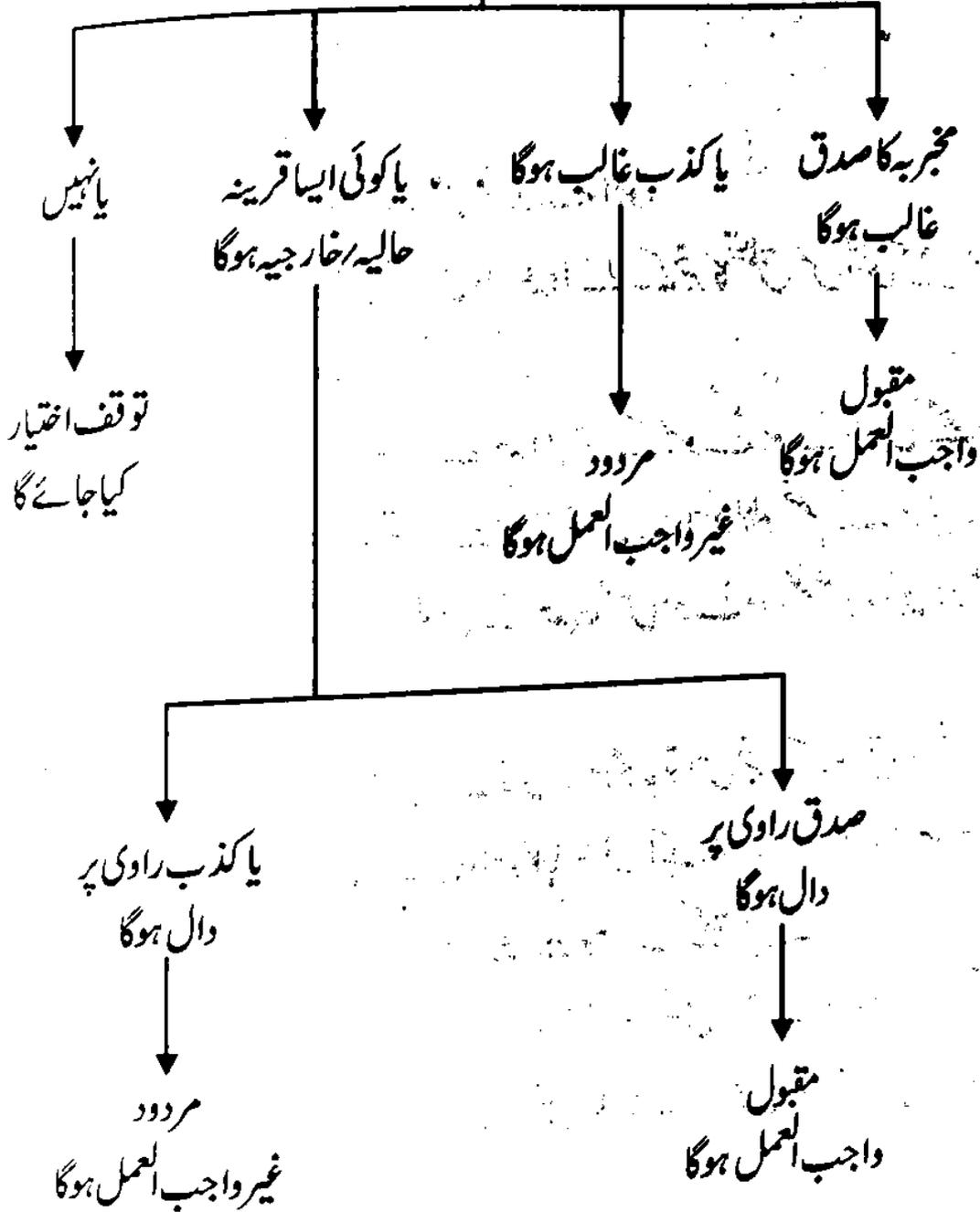
خبر واحد کی تقسیم باعتبار قبول ورد

آیئے خبر واحد کی تقسیم باعتبار قبول ورد کے جانتے ہیں، خبر واحد میں یا تو مخبر بہ کا صدق غالب ہوگا یا کذب غالب ہوگا یا کوئی قرینہ حالیہ/خارجیہ ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو صدق راوی پر دال ہوگا یا کذب راوی پر، اگر اول ہو تو خبر مقبول واجب العمل ہوگی اور اگر ثانی ہو تو مردود غیر واجب العمل ہوگی۔

اور اگر قرینہ حالیہ/خارجیہ بھی نہ ہو تو توقف کیا جائے گا، اور اگر مخبر بہ کا صدق غالب ہو تو مقبول واجب العمل ہوگا اور اگر کذب غالب ہو تو مردود غیر واجب العمل ہوگا۔

متواتر کی مثال:

"مَن کذبَ علیّ متعمّداً فلیتبوأ مقعده من النار"

(شرح نخبۃ الفکر، ص: ۲۶، ط: قدیمی کتب خانہ)

یہ حدیث متواتر اور اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے، اس حدیث کو عشرہ مبشرہ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ کے ایک جم غفیر نے نقل کیا ہے یہاں تک کہ ۸۷ صحابہ کرام سے اس کا نقل کرنا ثابت ہے بعض نے دو سو تک صحابہ کا لکھا ہے۔

مشہور کی مثال:

"ان اللہ لایقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من صدور العلماء ولکن یقبض العلم بقبض العلماء ،حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا ،فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلّوا وأضلوا.

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۱۹، ط: مکتبۃ البشریٰ)

اس حدیث کے طرق کا انحصار دو سے اوپر چار معین صحابہ کرامؓ پر ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے طریق سے،

(۲) حضرت زیاد بن لبیدؓ کے طریق سے،

(۳) حضرت عائشہؓ کے طریق سے،
(۴) اور حضرت ابوھریرۃؓ کے طریق سے منقول ہے۔

عزیز کی مثال:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

(شرح نخبة، ص: ۳۰، ط: قدیمی کتب خانه)

اس حدیث کے طرق کا انحصار دو پر ہے کہ کہیں کسی واسطے میں راوی دو سے کم نہیں ہوئے ہیں۔

یہ حدیث دو صحابہ سے منقول ہیں ایک حضرت انسؓ کے طریق سے اور ایک حضرت ابوھریرۃؓ کے طریق سے منقول ہے۔

اور اس حدیث کو انسؓ سے روایت کرنے والے قتادہؒ اور عبد العزیز بن صہیبؒ ہیں اور اس حدیث کو قتادہ سے روایت کرنے والا ایک شعبہ اور دوسرے سعید ہیں اور عبد العزیز سے روایت کرنے والے اسماعیل بن علیۃؒ اور عبد الوارثؒ ہیں اور ان میں ہر ایک سے پوری جماعت نے یہ حدیث نقل کی ہے، لہٰذا کہیں بھی روایت کرنے والے دو سے کم نہیں ہوئے اور منقول بھی دو طرق سے ہے۔

غریب مطلق کی مثال:

"نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن بیع الولاء وهبته"

(نخبة الفکر، ص ۴۰، علوم الحدیث للاسعدی، ص: ۷۸، ط: ادارة المعارف)

اس حدیث کا طریق متعین اور ایک ہی ہے اور غرابت بھی تابعی کے مرحلہ میں آئی ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرنے والے ایک ہی عبد اللہ بن دینارؒ ہیں، اگر چہ بعد کے روایت کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے، اعتبار یہاں صرف اصل سند یعنی تابعی کے مرحلہ کا کیا جاتا ہے۔

غریب نسبی کی مثال:

"مالک عن الزهری عن علیؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل

مكة وعلى رأسه المغفر"

(علوم الحديث للاسعدی، ص: ۷۹،تیسیر مصطلح الحديث، ص ۲۷،ط:بشریٰ)

یہ حدیث طرق معینہ کے ساتھ منقول ہے اوراس طریق میں زہری سے روایت کرنے میں امام مالکؒ متفرد ہیں لہذا یہ حدیث غریب نسبی ہے۔

خبر محتف بالقرائن کی اقسام

والخبر المحتف بالقرائن أنواع..... الخ ص:۳۵
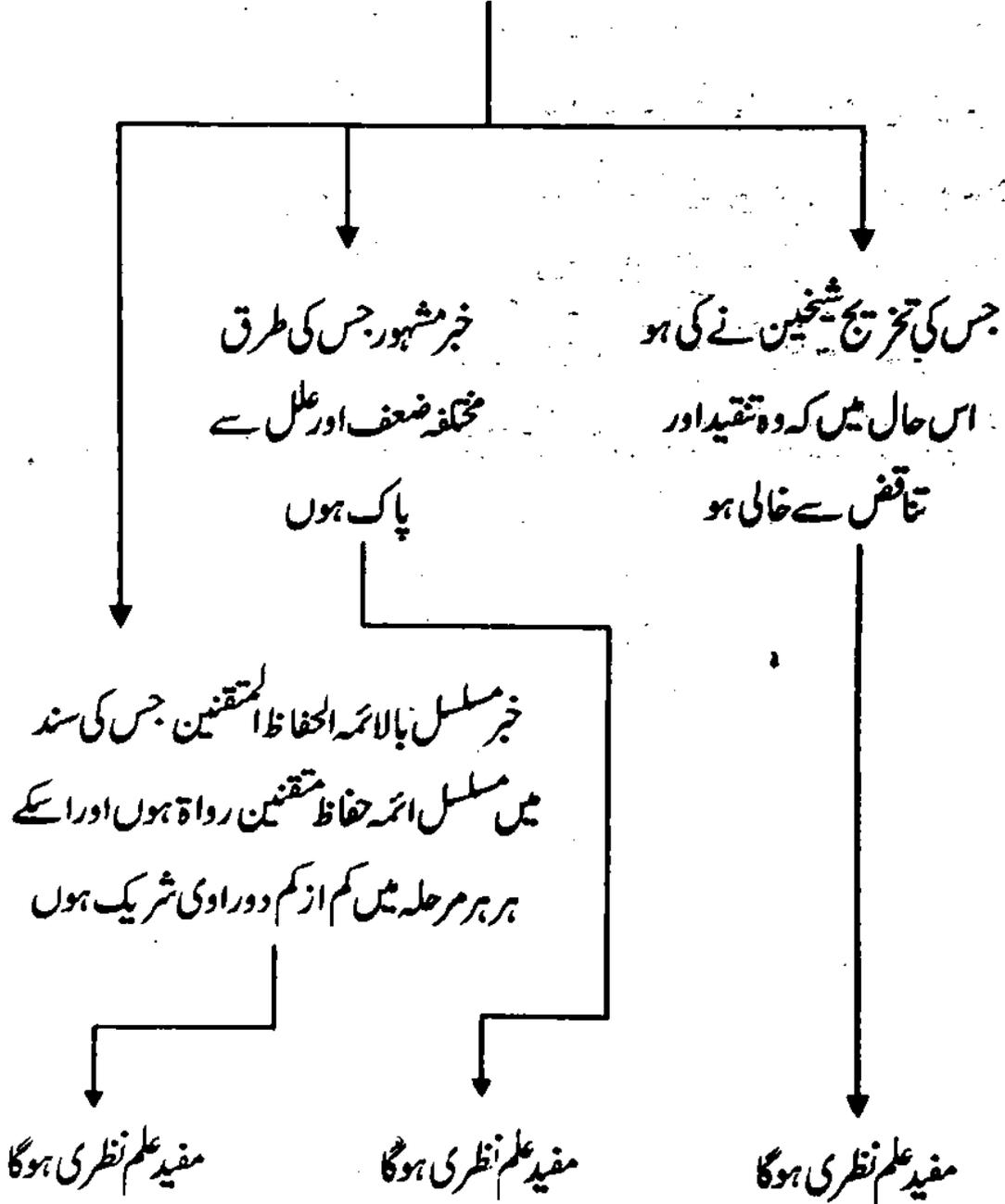
خبر محتف بالقرائن کی بحث

وہ خبر جس کے ساتھ قرائن جڑے ہوئے ہوتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

(۱) شیخین نے نقل کیا ہو اس حال میں کہ وہ خبر تنقید اور تناقض سے خالی ہو۔

(۲) خبر احاد میں سے وہ خبر مشہور جس کے طرق مختلفہ، ضعف اور علل سے پاک ہوں۔

(۳) وہ خبر واحد جس کی سند میں مسلسل ائمہ حفاظ متقنین راوی ہوں اور اسکے ہر مرحلہ میں کم از کم دو راوی شریک ہوں۔

تو ان تینوں قسموں کا حکم ایک ہی ہے وہ یہ کہ علم نظری کا فائدہ دیں گی۔

اور جاننا چاہیئے کہ حافظ صاحب نے یہ فرمایا ہیکہ یہ تینوں قسمیں ایک ہی خبر میں بھی جمع ہو سکتی ہیں بایں معنٰی کہ ایک خبر واحد ہو اسکے متعدد طرق ہوں اور اسکے طرق ضعف و علل سے پاک ہوں اور اس کے رواۃ حفاظ متقنین ہوں اور شیخین امام مسلم و بخاری نے بھی ذکر کیا ہو تو اس لحاظ سے تینوں قسمیں ایک خبر واحد میں جمع ہو جائینگی۔

خبر واحد مقبول کی اقسام

وخبر الأحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل...از ص: ۴۲
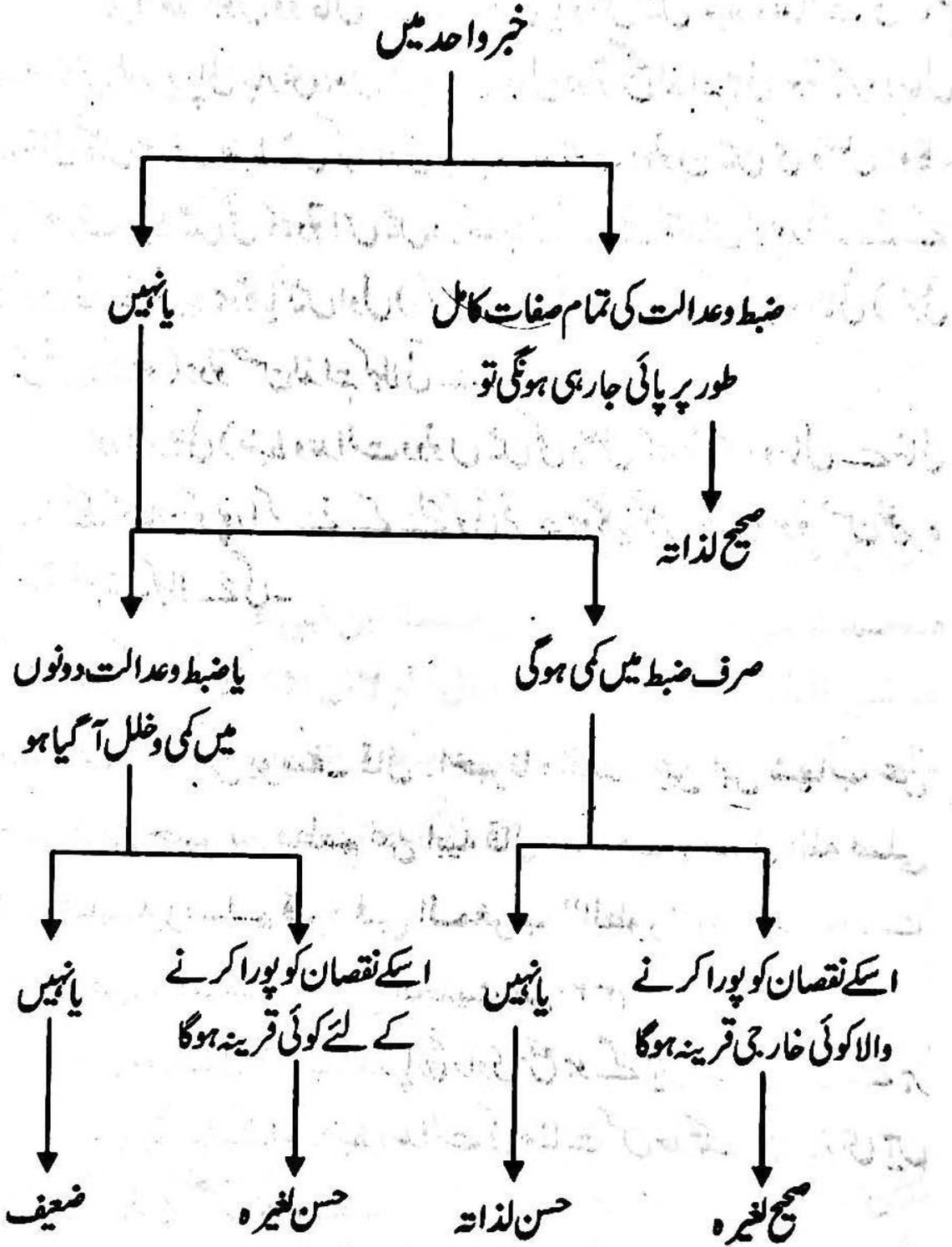
خبر واحد مقبول کی اقسام

خبر واحد مقبول دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں ضبط وعدالت کی تمام صفات کامل طور پر پائی جارہی ہوں گی یا نہیں، اول ہو تو صحیح لذاتہٖ ثانی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں صرف ضبط میں کمی ہوگی یا ضبط وعدالت دونوں میں کمی وخلل ہوگا، اول (صرف ضبط میں کمی) ہو تو اس میں دیکھا جائیگا کہ اسکے نقصان کو پورا کرنے کے لئے کوئی خارجی قرینہ ہوگا یا نہیں اول (کوئی خارجی قرینہ) ہو تو صحیح لغیرہٖ، ثانی (کوئی خارجی قرینہ نہ ہو) ہو تو حسن لذاتہٖ کہلاتی ہے۔

اور اگر ثانی (ضبط وعدالت دونوں میں کمی وخلل) ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، اسکے نقصان کو پورا کرنے کے لئے کوئی قرینہ ہوگا یا نہیں، اول ہو تو حسن لغیرہٖ ثانی ہو تو ضعیف کہلائے گی۔

صحیح لذاتہٖ کی مثال:

"حدثنا عبد الله بن یوسف قال: اخبرنا مالک عن ابن شهاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قرء فی المغرب "الطور" (علوم الحدیث للاسعدی، ص: ۱۹ ،تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۳۲)

اس حدیث کی سند کے اندر پانچ راوی جمع ہوگئے ہیں اب ان میں سے ہر ایک کو دیکھا جائیگا کہ اسکے اندر ضبط وعدالت کی صفات کس حد تک پائی جارہی ہیں تاکہ مثال ممثل لہ پر منطبق ہوجائے۔

(۱) عبداللہ بن یوسف: ثقہ متقن ہیں۔

(۲) مالک بن انس: امام حافظ ہیں۔

(۳) ابن شہاب: فقیہ، حافظ اور اسکی جلالت اور اتفاق پر ائمہ جرح وتعدیل متفق

ہیں۔

(۴) محمد بن جبیر: ثقہ ہیں۔

(۵) جبیر بن مطعم: صحابی ہیں۔

لہٰذا اس حدیث کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ اسکی سند متصل اور شذوذ سے خالی ہے کہ نہ اسکے اندر کوئی علت پائی جارہی ہے اور نہ کوئی اقوی حدیث اس کی معارض ہے، اور جس کے اندر تمام صفات پائی جائیں تو صحیح لذاتہ کہلاتی ہے لہٰذا یہ بھی صحیح لذاتہ کی مثال بن گئی۔

حکم:

یہ واجب العمل ہے۔

صحیح لغیرہ کی مثال:

محمد بن عمر و عن ابی سلمة عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لولا ان اشق على امتى لأمرتهم بالسواک عند كل صلوٰة. (تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۴۰)

اس روایت کے راویوں کی تعداد تین ہے:

(۱) محمد بن عمرو

(۲) ابوسلمۃ

(۳) ابوھریرۃ۔

صحابہ تو سارے کے سارے عدول ہیں اسکے بارے میں کوئی کلام نہیں ،لیکن اسکے علاوہ دونوں راویوں کو دیکھا جائیگا کہ ضبط وعدالت کی صفات کامل طور پر پائی جارہی ہیں یانہیں، تاکہ مثال ممثل لہ پر منطبق ہوجائے۔

(۱) محمد بن عمرو:

اسکے بارے میں ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ یہ صدق ودیانت میں مشہور

ہے مگر اہل اتقان میں اسکا شمار نہیں ہوتا کہ اسکے اندر صرف ضبط کی کمی پائی جارہی ہے۔

(۲) ابوسلمۃ:

یہ ابوسلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف القرشی ہیں اسکے نام کے بارے میں دو قول ہیں، عبداللہ یا اسماعیل ہے، امام ذہبیؒ نے اسکو ثقہ کہا ہے، جب ہم نے ان سب کے حالات ملاحظہ کر لیے تو پتہ چلا کہ محمد بن عمرو کے اندر ضبط کی کمی سوءِ حفظ کی وجہ سے پائی گئی۔

چنانچہ مذکورہ حدیث کے راوی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے خارجی قرینہ دوسرے طریق سے منقول ہونا پایا جارہا تھا تو اس پر صحیح لغیرہ کا نام صادق آیا، لہٰذا یہ حدیث صحیح لغیرہ ہوئی کیونکہ نقصان کو پورا کرنے والا جابر موجود تھا۔ اس کا دوسرا طریق صحیح بخاری میں موجود ہے وہ طریق خود صحیح لذاتہ ہے لیکن اس کی وجہ سے یہ طریق صحیح لغیرہ ٹھہرا۔

حسن لذاتہ کی مثال:

حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری قال: سمعت ابی بحضرة العدو یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف. (تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۴۲، علوم الحدیث للاسعدی، ص: ۱۰۴)

اس روایت میں صحابیؓ کے علاوہ چار راوی مذکور ہیں

(۱) قتیبۃ

(۲) جعفر بن سلیمان الضبعی

(۳) ابوعمران الجونی

(۴) ابوبکر بن ابی موسی الاشعری۔

ان میں دیکھنا ہوگا کہ ضبط وعدالت کی صفات کامل طور پر پائی جارہی ہیں کہ نہیں؟

(۱) قتیبۃ:

یہ قتیبۃ بن سعید حافظ ابن حجر نے اس کو "ثقۃ ثبت" کے الفاظ سے نوازا ہے۔

(۲) جعفر بن سلیمان الضبعی:

یہ کامل الضبط نہیں ہے بلکہ اسکے ضبط میں کمی ہے۔

(۳) ابوعمران الجونی:

اسکا نام عبدالملک بن حبیب، اور اسکی نسبت دادا جون بن عوف کی طرف ہے ابن حجر نے اسکو ثقہ کہا ہے اور علامہ ذھبی نے بھی ثقہ کہا ہے۔

(۴) ابوبکر بن ابی موسی الاشعری:

یہ ابو بردۃ بن ابی موسی کے بھائی ہیں ابن حبان نے کتاب الثقات میں اسکو درج کیا ہے، اور اسکے نام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عمرو یا عامر ہے۔

آپ نے انکے اوصاف ملاحظہ کر لیئے چنانچہ اس حدیث میں جعفر بن سلیمان الضبعی کی ضبط میں کمی پائی جارہی ہے اور اسکے نقصان کو پورا کرنے کیلئے کوئی خارجی قرینہ بھی نہیں پایا جارہا، لھذا یہ حدیث حسن لذاتہ کہلائے گی۔

حسن لغیرہ کی مثال:

علی بن مسهر عن عبیدة بن معتب عن ابراهیم عن الاسود عن عائشةؓ قالت: کنانحیض عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم نطهر فیأمرنارسول الله صلی الله علیه وسلم بقضاء الصیام، ولا یامرنا بقضاء الصلاة. (تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۴۶)

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچانے والے راوی علی بن مسہر، عبیدۃ بن معتب، ابراھیم، اسود رحمھم اللہ ہیں۔

حدیث حسن لغیرہ کے جاننے کے لئے ان سب کا رتبہ جاننا ہوگا کہ ائمہ جرح وتعدیل انکے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) علی بن مسہر:

ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ثقة صدوق، ثقہ ہے، سچا ہے۔

(۲) عبیدۃ بن معتب:

یحیی بن معین فرماتے ہیں: لیس بشیء، (اس کا کوئی اعتبار نہیں)۔

(۳) ابراہیم النخعی:

ہر لحاظ سے کبار تابعین میں سے ہیں، نیکی سچائی، روایت اور حفظ حدیث ہر اعتبار سے اونچے درجے کے آدمی ہیں۔

(۴) اسود بن یزید:

ان کا شمار بھی کبار تابعین اور کوفہ کے بڑے فقہاء ومفتیان میں سے ہوتا ہے۔ (الثقات لابن حبان، التجریح والتجرید)

ان میں سے عبیدۃ بن معتب کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل فرماتے ہیں کہ انکی تضعیف پر سب کا اتفاق ہے، سوائے تہمت کذب کے یعنی انکے اندر تہمت کذب کے علاوہ ضبط وعدالت دونوں کے اعتبار سے کمی پائی جارہی تھی اور اسکا جابر (دوسرے طریق سے منقول ہونا) امام بخاریؒ نے کتاب الحیض (۱/۱/۵۰) میں حضرت معاذؓ کے طریق سے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔

ضعیف کی مثال:

عن حکیم الاشرم فقد روینا عن علی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود ومعاذ بن جبل وابی الدرداء وابن عمر وابن عباس وانس بن مالک وابی ھریرۃ وابی سعید الخدری رضی اللہ عنہم اجمعین من طرق کثیرات بروایات متنوعۃ ان رسول اللہ ﷺ قال: من حفظ علی امتی اربعین حدیثا من أمر دینھا بعثہ اللہ یوم القیامۃ فی زمرۃ الفقہاء والعلماء وفی روایۃ "بعثہ اللہ فقیھا عالماً" وفی روایۃ ابی الدرداء "وکنت لہ یوم القیامۃ شافعا وشھیدا "وفی روایۃ ابن مسعود قیل" لہ اذخل من ای ابواب الجنۃ شئت" وفی روایۃ ابن عمر" کتب فی زمرۃ العلماء وحشر فی زمرۃ الشھداء". (متن الاربعین للنووی، ص:۳۔۴)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگرچہ اس کے طرق کثیر ہیں یعنی اس روایت کے ہر طریق میں ضبط وعدالت کی تمام صفات کامل طور پر بھی نہیں پائی جارہی ہیں اور نہ انکے نقصان کو پورا کرنے کے لئے کوئی قرینہ موجود ہے۔

زیادتِ راوی کا بیان

وزیادة راويهما مقبولة مالم تقع منافية لمن هو أوثق.... ص: ٥٩
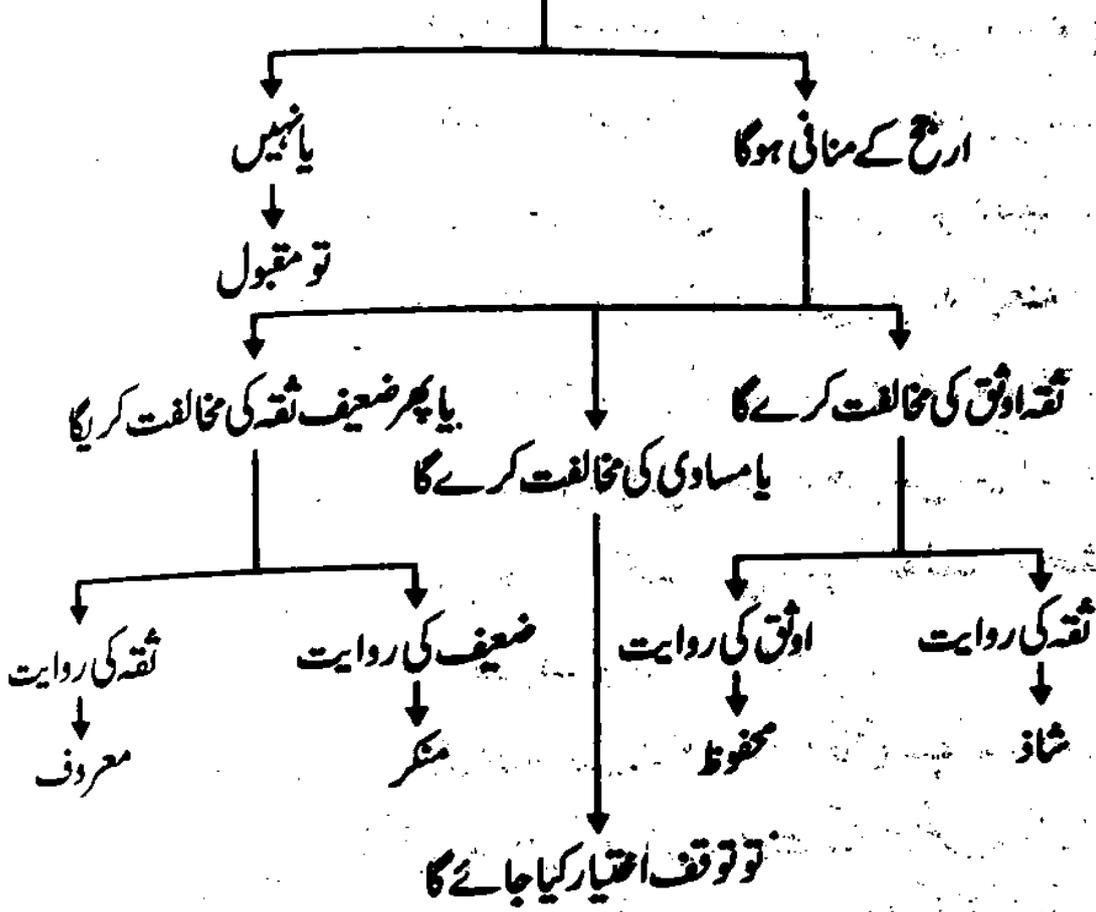
زیادت راوی کا بیان

زیادت راوی ارجح کے منافی ہوگی یا نہیں اگر ثانی ہو تو مقبول اور اگر اول ہو تو پھر تین حال سے خالی نہ ہوگی یا ثقہ اپنے سے اوثق کی مخالفت کریگا یا مساوی کی مخالفت کریگا یا پھر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کریگا، اگر ثقہ اوثق کی مخالف کرے تو ثقہ کی روایت شاذ ہوگی اور اوثق کی روایت محفوظ ہوگی اور اگر ثقہ مساوی کی مخالفت کرے تو توقف اختیار کیا جائے گا، اور اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت منکر ہوگی اور ثقہ کی روایت معروف ہوگی، نیز یہ یاد رہے زیادت اور

مخالفت راوی متن اور سند دونوں میں چلتی ہیں اور سند میں زیادت اور مخالفت کا بیان مزید فی متصل الاسانید کے تحت آئیگا (ان شاءاللہ)

شاذ کی مثال:

جیسا کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا:

حدثنا هنادقال حدثنا وكيع عن موسى بن علی عن ابيه عن عقبة بن عامر قال قال : رسول الله ﷺ يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق عيدنا اهل الاسلام وهي ايام اكل وشرب .

(ترمذی ، ج: ا ،ابواب الصوم،باب ماجاء فی كراهية صوم ايام التشريق)

اس حدیث کی طریق میں موسی بن علی نے یوم عرفۃ کی زیادتی نقل کی ہے اسکے علاوہ بقیہ طرق میں یہ زیادتی منقول نہیں ہے جیسا کہ یہ طریق ہے،

"حدثنا سريج بن يونس نا هشيم اخبرنا خالد عن ابی مليح عن نبيشة الهذلی قال قال: رسول الله ﷺ ايام التشريق ايام اكل وشرب.

تو مذکورہ طریق سے یہ معلوم ہوا کہ موسی بن علی کی طریق میں یوم عرفہ کی ایسی زیادتی پائی جارہی ہے کہ جو مخالف ہے اوثق کی یعنی ثقہ نے اوثق کی مخالفت کی تو ایسی صورت میں ثقہ کی روایت کو شاذ کہتے ہیں اور اوثق کی روایت کو محفوظ کہتے ہیں لھذا اوپر والی حدیث شاذ اور دوسرے طریق والی محفوظ ہوئی۔

محفوظ کی مثال:

شاذ کی مثال میں ابوملیح کے طریق سے جو حدیث منقول ہے وہی محفوظ کی مثال ہے۔

منکر ومعروف کی مثال:

ماروا ه ابن ابی حاتم من طريق حبيب بن حبيب الزيات عنابی اسحاق عن العيزار بن حريث عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال:

من اقام الصلوٰۃ واٰتی الزکاۃ وحج البیت وصام قری الضیف دخل الجنۃ. (شرح نخبۃ الفکر، ص:۶۴)

ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی اسکے اندر جو مرفوع ہونے کی زیادتی ہے یہ ارجح کے منافی ہے اوراس میں ضعیف راوی نے ثقہ کی مخالفت کی ہے ضعیف نے مرفوعاً نقل کیا ہے اور ثقہ رواۃ نے ابواسحاق کی طریق سے موقوفاً علی ابن عباسؓ نقل کیا ہے، تو لہٰذا یہ روایت مذکورہ منکر ہوئی اور جو روایت ثقہ رواۃ نے عن طریق ابی اسحاق، ابن عباس سے موقوفاً نقل کی ہے وہ معروف کہلائیگی۔

زیادت راوی کا بیان

زیادت غیر منافی کی مثال:

ماروا ہ اعمش عن ابی رزین وابی صالح عن ابی ہریرۃؓ مرفوعا: "اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرار".

(علوم الحدیث للاسعدی، ص:۱۹۴)

مذکورہ روایت اعمش سے تمام شاگردوں نے بایں الفاظ نقل کی ہے لیکن اعمش کے شاگرد علی بن مسہر نے یہ روایت اس طرح نقل کی:

حدثنی علی بن حجر اسعدی قال نا علی بن مسہر قال انا الاعمش عن ابی رزین وابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرار.

(علوم الحدیث للاسعدی، ص:۱۹۴)

علی بن مسہر کے اس مذکورہ روایت کے اندر فلیرقہ کی زیادتی پائی جارہی ہے اور یہ زیادتی ارجح کے منافی بھی نہیں ہے، بلکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے کیونکہ علی بن مسہر ثقہ ہے۔

خبر واحد مقبول کی تقسیم

ثم المقبول إن تسليم من المعارضة فهو المحكم وإن عورض فلا انحلو..... ص: ٦٨
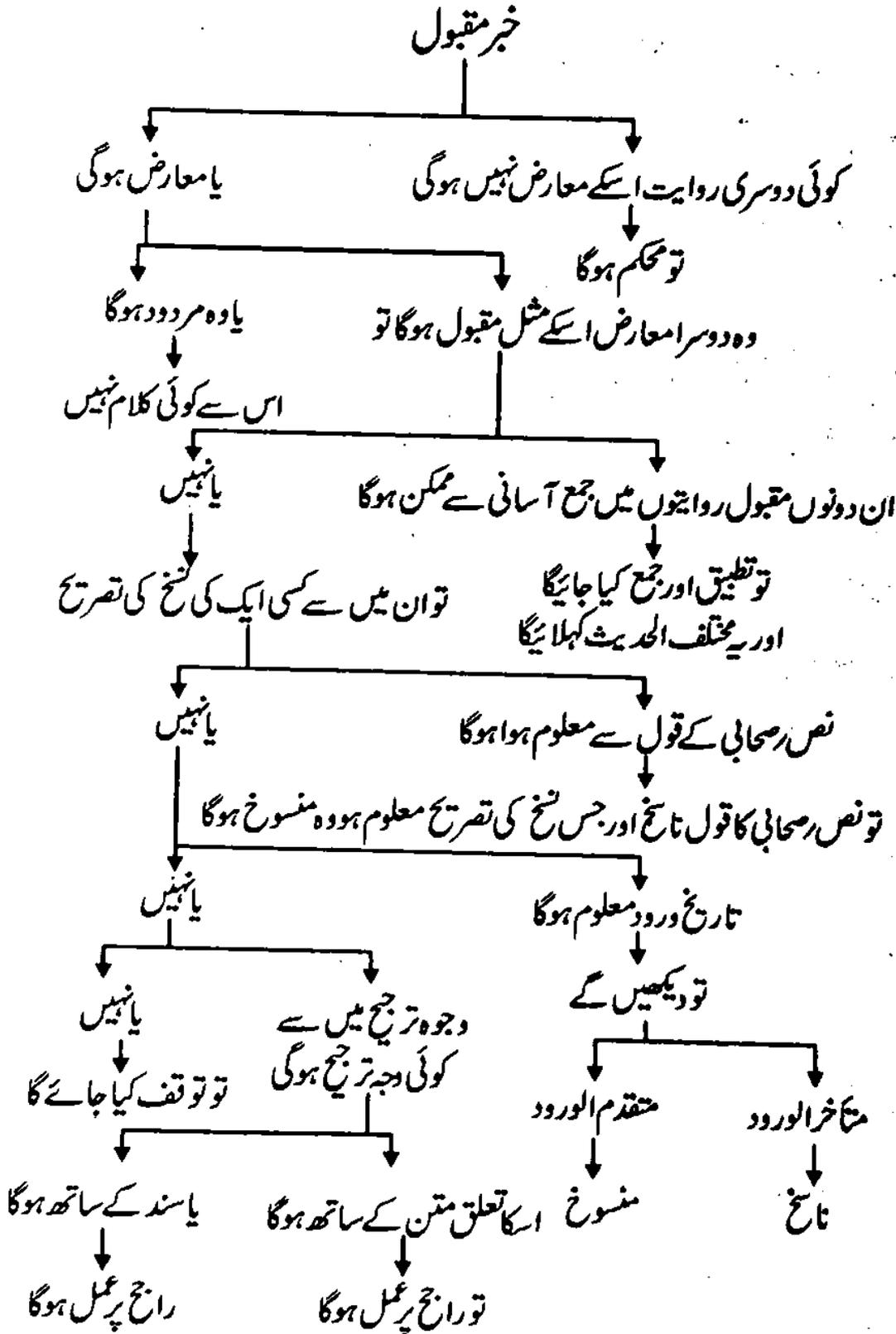
خبر واحد مقبول کی تقسیم

خبر واحد مقبول دو حال سے خالی نہیں یا تو کوئی دوسری روایت اسکی معارض ہوگی یا نہیں، اگر ثانی ہو تو محکم ہوگی اگر اول ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، وہ دوسرا معارض اسکے مثل مقبول ہوگا یا وہ مردود ہوگا، اگر مردود ہو تو اس سے کوئی کلام نہیں،

اگر وہ دوسرا معارض اسکا مثل مقبول ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا ان دونوں مقبول روایتوں میں جمع آسانی کے ممکن ہوگا یا نہیں، اگر اول ہو تو جمع کیا جائے گا اور یہ مختلف الحدیث کہلائے گی، اگر ثانی ہو تو ان میں سے کسی ایک کے نسخ کی تصریح نص یا صحابی کے قول سے معلوم ہوئی ہوگی یا نہیں، اگر معلوم ہوئی ہوگی تو پہلی ناسخ اور دوسری منسوخ ہوگی اگر نسخ کی تصریح معلوم نہیں ہو، تو پھر یا ان کے ورود کی تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر تاریخ معلوم ہو تو دیکھیں گے کہ کونسی روایت متأخر الورود ہے اور کونسی متقدم الورود ہے، متأخر الورود ناسخ ہوگی اور متقدم الورود منسوخ ہوگی اور اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ ترجیح ہوگی یا نہیں اگر وجہ ترجیح ہو تو راجح پر عمل کر کے مرجوح کو ترک کیا جائیگا، پھر وجہ ترجیح کی دو صورتیں ہیں۔

اسکا تعلق متن کے ساتھ ہوگا یا سند کے ساتھ ہوگا اول ہو تو راجح پر عمل کیا جائیگا مثلاً: مثبت، نافی یا محرم اور مبیح متعارض ہو تو مثبت اور مبیح کو راجح اور نافی اور محرم کو مرجوح قرار دیا جائیگا۔

اگر ثانی ہو (اسکا تعلق سند کے ساتھ) ہو تو بھی راجح پر عمل کیا جائیگا، مثلاً: دو صحیح روایتوں میں سے ایک اصحیت کے ساتھ یا لفظ سماع کے ساتھ متصف ہو تو اصح اور سماع والی روایت کو راجح قرار دیا جائیگا اور دوسرے (اصحیت اور لفظ سماع کے ساتھ متصف نہ ہو) کو مرجوح قرار دیا جائیگا۔

اگر وجہ ترجیح معلوم نہ ہو تو توقف اختیار کیا جائیگا۔

نوٹ:......وجوہ ترجیح تقریبا ۵۰ ہیں جس کو امام حازمی نے الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار میں ذکر کیا ہے۔

محکم کی مثال:

عن عائشةؓ ان اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یشتبھون بخلق الله . (عمدۃ النظر شرح شرح نخبۃ الفکر،ص۱۸۳)

یہ حدیث خبر واحد مقبول ہے اور اس کی کوئی دوسری روایت معارض بھی نہیں ہے لہذا یہ حدیث محکم کہلائے گی۔

نوٹ:......اس قسم کی مثالیں کتب حدیث میں بہت ہیں کہ اس کا کوئی معارض نہ ہو۔

مختلف الحدیث کی مثال:

(۱) لاعدوی ولاطیرة ولاھامة ولا صفر .

(۲) فر من المجذوم فرارک من الاسد.

(شرح نخبة الفکر،ص: ٦٩)

یہ مذکورہ دونوں حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں اور مقبول ہیں، ان میں سے پہلی حدیث بیماری کے متعدی ہونے کی نفی کررہی ہے، جبکہ دوسری مقبول روایت اسکی معارض ہے، کیونکہ اس میں بیمار (مجذوم) سے بچنے کا حکم ہے، تو ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض پیدا ہوا مگر ان دونوں مقبول روایتوں میں جمع بغیر تعسف کے ممکن ہے، لھذا یہ حدیثیں مختلف الحدیث کہلائیں گی، پھر تطبیق کئی طرح سے کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) علامہ ابن الصلاح کی بیان کردہ تطبیق:

علامہ ابن الصلاحؒ نے ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ

پہلی حدیث میں یہ بیان ہے کہ امراض فطری طور پر متعدی نہیں ہوتے ہیں اور دوسری حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ جل شانہ ان امراض کو باہمی میل جول کے سبب دوسروں تک پہنچادیتے ہیں اور کبھی سبب اپنے مسبب سے متخلف ہوجاتا ہے کہ مریض کے ساتھ میل جول بھی ہوتا ہے اور مرض متجاوز بھی نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جب چاہے تو مرض متعدی ہوگا اور جب چاہے تو متعدی نہیں ہوگا اور تعدی کے لئے بظاہر سبب میل جول بنایا ہے اور ہاں کبھی مسبب پایا جاتا ہے اور سبب نہیں پایا جاتا۔

ایک حدیث میں تعدی کی من وجہ نفی ہے اور دوسری میں تعدی کا من وجہ اثبات ہے۔

(۲) علامہ ابن حجرؒ کی بیان کردہ تطبیق:

علامہ ابن حجرؒ کی بیان کردہ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ پہلی حدیث ''لا عدوی ولا طیرۃ'' میں امراض کے متعدی ہونے کی جو نفی ہے وہ عام ہی ہے کہ نہ فطری طور پر مرض متعدی ہوسکتا ہے اور نہ کسی سبب کی وجہ سے تعدیہ پایا جاتا ہے اور اس کی تائید میں حافظ صاحب نے دو حدیثیں بطور تائید کے پیش کی ہیں۔

(۱) قولہ ﷺ لا یعدی شیٔ شیئا (کہ کوئی مرض کسی دوسری چیز کی طرف متعدی نہیں ہوتا)۔

(۲) قولہ لمن عارضہ بان البعیر الاجرب ۔۔۔۔۔۔ دوسری دلیل اور مؤید یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ایک آدمی نے کہا کہ خارشی اونٹ تندرست اونٹوں میں ہوتا ہے تو ان سے مخالطت کرکے انہیں بھی خارشی بنادیتا ہے یعنی تعدیہ مرض ہونے کی وجہ سے دوسرے تندرست اونٹ بھی خارشی بن جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے جواب کے طور پر (اس پر رد کرنے کے لئے) فرمایا کہ پہلے اونٹ کو (جس میں مخالطت کا سبب موجود ہی نہیں تھا) کس نے خارشی بنایا؟ یعنی مرض متعدی نہیں ہوتا بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے

میل جول (سبب) کے بغیر پہلے اونٹ میں خارش کا مرض پیدا فرمایا ہے اسی طرح ابتداءدوسرے اونٹوں میں بغیر سبب کے خارش کا مرض پیدا فرماتے ہیں۔

اور جہاں تک دوسری حدیث "فر من المجذوم فرارک من الاسد "کا تعلق ہے تو اس میں مریض سے بچنے کا حکم سد الذرائع ہے یعنی اسباب وذرائع کے باب کو ختم کرنے کے واسطے ہے کہ کسی شخص کا عقیدہ فاسد نہ ہو جائے کہ کوئی شخص کسی مریض سے مخالطت یعنی میل جول رکھے ہوئے ہے اور اس تندرست شخص کو وہ مرض اللہ کے حکم سے لاحق ہو جائے اور اس شخص کے ذہن میں یہ بدگمانی (غلط عقیدہ) راسخ نہ ہو جائے کہ اس شخص کی وجہ سے یہ مرض مجھے لاحق ہوا ہے، حالانکہ اس تندرست کو بھی اور اس بیمار اول کو بھی اللہ ہی نے یہ مرض لاحق کیا ہے، تو غلط عقیدے کے باب کو بند کرنے کے لئے یہ رخصت کا حکم دوسری حدیث میں آیا ہے۔

نص سے نسخ کی تصریح کی مثال:

قال رسول اللہ ﷺ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا.....الخ (شرح نخبۃ الفکر،ص:۷۱)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے آپ ﷺ نے لوگوں کو قبرستان جانے سے روکا تھا اور اب لوگوں سے نہ جانے کی ممانعت ختم کر دی گئی ،لہذا یہ حدیث (نص) قبرستان کی زیارت کی ممانعت کے لئے ناسخ ہوئی کہ ممانعت کو ختم کر دیا اور وہ ممانعت والی حدیث منسوخ ہوگئی۔

صحابی سے نسخ کی تصریح کی مثال:

عن جابر بن عبد اللہ ؓ کان آخر الأمرین من رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما مست النار. (شرح نخبۃ الفکر،ص:۷۱)

اس حدیث میں حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کے آخری عمل کا ذکر کیا ہے کہ آپ

ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز کے سلسلہ میں یہ رہا کہ آپ ﷺ نے اس سے وضوء کرنا ترک کر دیا تھا، چنانچہ یہ حدیث ناسخ ہوئی اس حدیث کے لئے جس میں یہ صراحت ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضوء کرو "عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: توضاوامما مست النار"، پہلی حدیث ناسخ ہوئی کیونکہ یہ آپ ﷺ کا آخری عمل تھا اور دوسری حدیث منسوخ ہوئی جو کہ اس سے پہلے کا عمل تھا۔

تاریخ سے نسخ کی مثال:

عن شداد بن اوس، ان رسول اللہ ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم" (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۵۱۔ علوم الحدیث للا سعدی، ص:۱۲۰)

اس حدیث میں پچھنے لگانے والے اور پچھنا لگوانے والے دونوں کے بارے میں یہ وارد ہے کہ دونوں کا روزہ جاتا رہا، جبکہ مسلم کی ایک روایت میں یہ ذکر آیا ہے "**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم**" کہ آپ ﷺ نے حالت احرام میں روزہ رکھے ہوئے پچھنا لگوایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھنا ناقض صوم نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث متاخر الورود ہونے کی وجہ سے حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لئے ناسخ اور حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حجۃ الوداع سن ۱۰ھ کی ہے اور حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی حدیث فتح مکہ سن ۸ھ کے موقع کی ہے۔

راجح مرجوح کی مثال:

روی عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی ﷺ صلی الظھر یوم النحر بمکۃ" اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "**انہ رجع منا وصلی ھنا**"

(کوثر النبی، ص:۵۱، مکتبہ قاسمیہ)

ان دونوں روایتوں میں سے حدیث عائشہ کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ وہ حضور

ﷺ کے احوال کو سب لوگوں سے زیادہ جانتی تھی، لھذا حدیث عائشہؓ راجح ہوئی اور حدیث ابن عمر مرجوح ہوئی۔

متوقف فیہ کی مثال:

عن ابی امامةؓ قال: كان رسول الله ﷺ يصلي ركعتين بعد الوتر وهو جالس يقرء فيها اذا زلزلت وقل يا ايها الكافرون""وعن ابن عمرؓ يرفعه اجعلوا آخر صلوتكم بالليل الوتر"رواه الشيخان.

(کوثر النبی، ص:۳۴)

یہ دونوں روایتیں بظاہر آپس میں متعارض معلوم ہوتی ہیں کہ پہلی حدیث میں یہ بتایا گیا ہے آپ ﷺ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے پہلی رکعت میں اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون تلاوت فرمالیا کرتے تھے، جبکہ دوسری حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آخری نماز رات میں وتر ہی بنالیا کرو۔

امام احمدؒ نے ان دونوں کے اندر تطبیق اور جمع کو بھاری اور گراں سمجھا اور فرمایا کہ نہ میں وتر کے بعد دو رکعتوں کو پڑھوں گا اور نہ ہی اس کا انکار اور پڑھنے سے منع کرتا ہوں۔

خبر واحد مردود کی تقسیم

ثم المردود إما أن يكون لسقط أو طعن فالسقط إما أن يكون من مبادئ السند ..... ص: ۴۷-۴۳

اسبابِ ردِّ حدیث
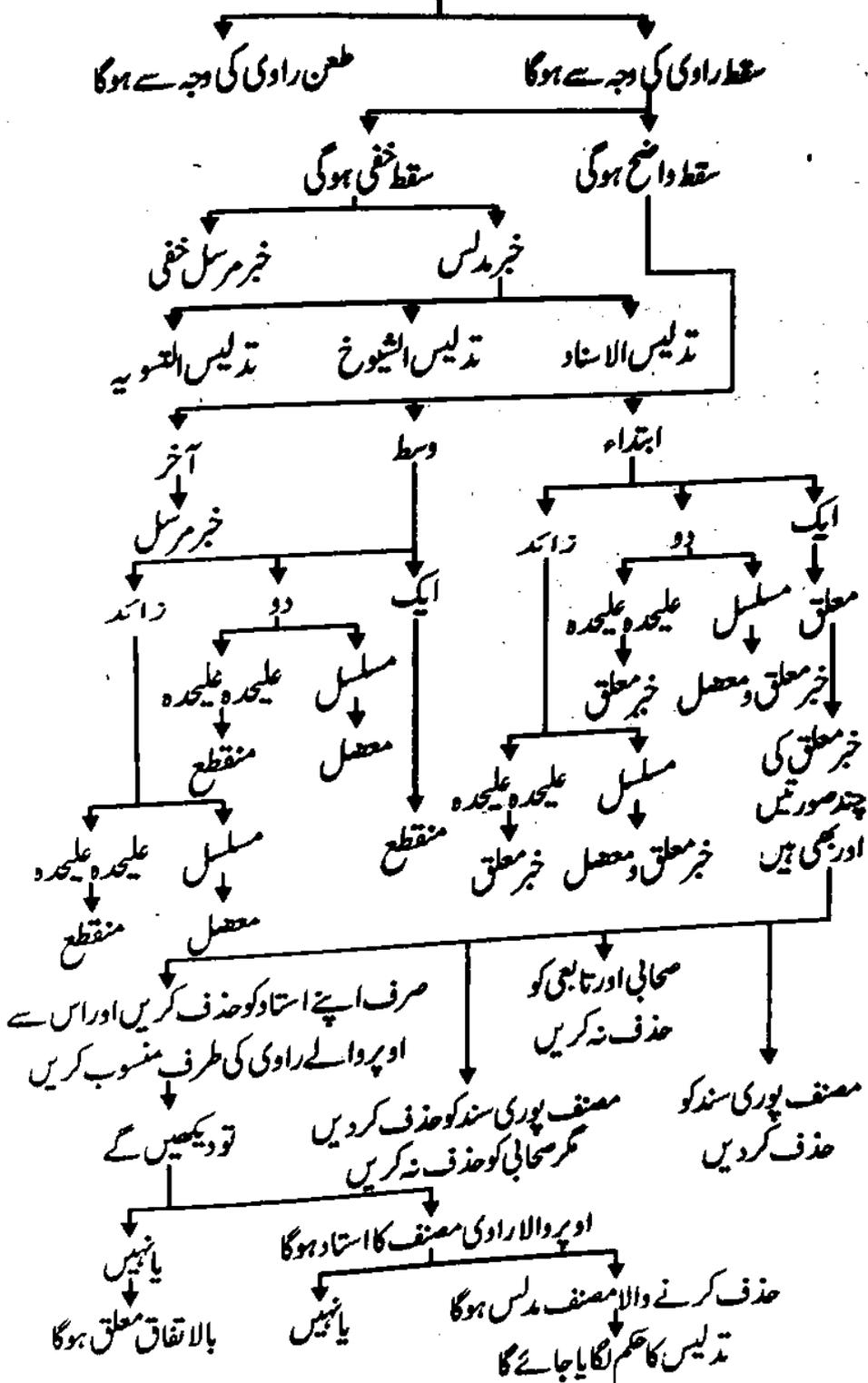
خبر واحد مردود کی تقسیم

خبر واحد مردود کا رد کرنا یا تو سقط راوی کی وجہ سے ہوگا یا طعن راوی کی وجہ سے ہوگا، اگر اول ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، وہ سقط (راوی) واضح ہوگا یا خفی ہوگا اگر سقط واضح ہو تو پھر یا تو (وہ سقط) ابتداء سے ہوا ہوگا یا وسط یا پھر آخر سے ہوا ہوگا، اگر (وہ سقط راوی) ابتداء میں ہوا ہو تو پھر تین حال سے خالی نہ ہوگا یا تو وہ (سقط) ایک (راوی کا) ہوا ہوگا یا دو (راویوں) کا (سقط) ہوا ہوگا یا زائد (راویوں) کا (سقط) ہوا ہوگا۔

* اگر اول ہو تو خبر معلق کہلائے گی اور اگر ثانی (دو راوی گرے ہوں) ہو تو پھر یا تو وہ مسلسل گرے ہوئے ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ، اگر دو راوی مسلسل گرے ہوئے ہوں تو خبر معلق ہونے کے ساتھ ساتھ خبر معضل بھی کہلائے گی، اور اگر دو راوی علیحدہ علیحدہ (ابتداء سے) گرے ہوئے ہوں تو خبر معلق کہلائے گی۔

اور اگر زائد (راویوں) کا (سقط) ہوا ہو تو وہ بھی یا تو مسلسل گرے ہوئے ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ، اگر مسلسل گرے ہوئے ہوں تو وہ بھی خبر معلق کے ساتھ ساتھ خبر معضل کہلائے گی، اور اگر علیحدہ علیحدہ گرے ہوئے ہوں تو خبر معلق کہلائے گی۔

اور اگر وہ سقط (راوی کا گرنا) وسط (درمیان) سے ہوا ہو تو وہ بھی تین حال سے خالی نہیں، یا تو ایک راوی گرا ہوا ہوگا یا دو راوی گرے ہوئے ہوں گے یا پھر زائد راوی گرے ہوئے ہوں گے، اگر وسط سے ایک راوی گرا ہوا ہو تو منقطع کہلائے گی اور اگر دو راوی گرے ہوں یا تو وہ (دو راوی) مسلسل گرے ہوئے ہونگے یا علیحدہ علیحدہ گرے ہوئے ہونگے، اگر وسط سے دو راوی مسلسل گرے ہوئے ہوں تو معضل کہلائے گی اور اگر علیحدہ علیحدہ گرے ہوئے ہوں تو منقطع کہلائے گی۔

اور اگر زائد راویوں کا سقط ہوا ہوگا تو وہ بھی مسلسل گرے ہوئے ہونگے یا علیحدہ علیحدہ گرے ہوئے ہونگے، اگر مسلسل گرے ہوئے ہونگے تو معضل، اگر علیحدہ علیحدہ گرے ہوئے ہوں تو منقطع کہلائے گی، اور اگر سقط راوی آخر سے ہوا ہو تو وہ خبر مرسل کہلائے گی۔

اگر سقط راوی خفی ہوگی تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا خبر مدلس ہوگی یا خبر مرسل خفی ہوگی، خبر مدلس اسکو کہتے ہیں کہ جس میں راوی اپنے اصل مروی عنہ کے نام کو حذف کر کے اس سے اوپر والے شیخ (جس سے اس کی ملاقات تو ہوئی ہو مگر اس سے یہ روایت نہ لی ہو) سے اس طرح روایت کرے کہ اصل مروی عنہ کا محذوف ہونا بالکل معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ اس نے اس سے اوپر والے شیخ ہی سے یہ روایت سنی ہے۔

خبر مدلس پھر تین حال سے خالی نہیں اس میں یا تو تدلیس الاسناد ہوئی ہوگی یا تدلیس الشیوخ یا پھر تدلیس التسویہ ہوئی ہوگی۔

خبر معلق کی چند اور صورتیں:

خبر معلق کی چند صورتیں اور بھی ہیں کہ مصنف پوری سند کو حذف کر دے یا مصنف پوری سند کو حذف کرے مگر صحابی کو حذف نہ کرے یا صحابی اور تابعی کو حذف نہ کرے بقیہ پوری سند کو حذف کرے یا پھر اپنے استاد یعنی مروی عنہ کو حذف کرے اور سند بلا واسطہ اوپر والے راوی کی طرف منسوب کر دیں تو پھر اس آخر والی صورت کو دیکھیں گے کہ اوپر والا راوی مصنف کا استاد ہوگا یا نہیں اگر استاد ہوگا تو پھر حذف کرنے والے کو دیکھیں گے کہ حذف کرنے والا مصنف مدلس ہوگا یا نہیں، اگر مدلس ہو تو تدلیس کا حکم لگے گا اور اگر مدلس نہیں ہوگا تو خبر معلق ہوگی اور اگر اوپر والا راوی مصنف کا استاد نہ ہو تو بالاتفاق خبر معلق ہوگی۔

خبر معلق کی مثال:

قال یحیٰ بن صالح :حدثنامعاویة بن سلام حدثنا یحی بن عمر بن

الحکم بن ثوبان سمع اباھریرۃؓ "اذا قاء فلایفطر". (عمدۃ النظر،ص:۱۹۸)

امام بخاریؒ کی یہ روایت خبر معلق کی مثال اس طرح بنے گی کہ امام صاحب ابتداء کے راوی کو حذف کر دیں، نیز اگر دو یا زائد راویوں کو مسلسل یا علیحدہ علیحدہ ابتداء سے حذف کریں تو خبر معلق کے بقیہ صور کے ساتھ خبر معضل کی بھی مثال بن سکتی ہے۔

خبر معلق، معضل اور منقطع کی تعریف کا خلاصہ:

جس میں راوی نے ابتداء سے ایک یا دو یا دو سے زائد راویوں کو مسلسل یا علیحدہ علیحدہ ساقط کر دیا ہو تو وہ خبر معلق کہلائے گی۔

جسمیں راوی نے ابتداء یا درمیان سے دو یا دو سے زائد راویوں کو مسلسل حذف کر دیا ہو تو وہ خبر معضل کہلائیگا۔

جسمیں راوی نے درمیان سے ایک یا دو یا دو سے زائد راویوں کو علیحدہ علیحدہ حذف کر دیا ہو تو وہ منقطع کہلائیگا۔

پوری سند کی حذف کی مثال

قال النبی ﷺ لعل بعضکم الحن بحجته من بعض. (عمدۃ النظر،ص:۱۹۸)

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے سند حذف کر کے ذکر کیا ہے۔

صحابی کو حذف نہ کرے:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال :رسول اللہ ﷺ رحم اللہ امرأصلی قبل العصر اربعاً" (عمدۃ النظر،ص:۱۹۸)

یہ حدیث ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں پوری سند کے ساتھ مذکور ہے لیکن یہاں محض تمثیل کے لئے ذکر کی گئی ہے۔

خبر معضل کی مثال:

امام حاکمؒ نے معرفۃ علوم الحدیث میں بواسطہ قعنبیؒ، امام مالکؒ سے یہ حدیث نقل

کی ہے" عن مالک انہ بلغہ ان ابا ھریرۃؓ قال قال: رسول اللہ ﷺ للمملوک طعامہ وکسوتہ بالمعروف ولایکلف من العمل الامایطیق"

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۶۳، علوم الحدیث، ص:۱۳۸)

(مملوک کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے مطابق اس کا حق ہے اور اسکو اسی کا مکلف بنایا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو)۔

اور اسی معرفۃ علوم الحدیث میں دوسری سند بھی اس حدیث کی مذکور ہے (جو کہ اصل سند ہے) "عن مالک عن معمر بن عجلان عن ابیہ عن ابی ھریرۃؓ" اس دوسری سند سے یہ معلوم ہوا کہ مالکؒ اور حضرت ابوھریرۃؓ کے درمیان سے دو واسطے مسلسل حذف ہوئے ہیں اور جس روایت میں دو روای مسلسل حذف ہوں وہ بھی معضل کہلاتی ہے۔

منقطع کی مثال:

عبدالرزاق کی یہ روایت ہے "سفیان عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن حذیفۃ مرفوعاًان ولیتموھا ابابکرفقوی امین"

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۱۶۵، علوم الحدیث، ص:۱۴۰)

اس حدیث کی سند میں درمیان سے ایک راوی مذکور نہیں وہ "شریک" ہیں جو ثوری اور ابواسحاق کے درمیان ہیں اس لئے کہ ثوری نے براہ راست ابواسحاق سے حدیث کی تحصیل نہیں کی ہے بلکہ شریک سے تحصیل کی ہے اور شریک نے ابواسحاق سے تحصیل حدیث کی ہے۔

مرسل کی مثال:

ما اخرجہ مسلم فی صحیحہ قال: حدثنی محمد بن رافع حدثنا حجین حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب عن سعید بن

المسیب "ان رسول اللہ ﷺ نھی عن بیع المزابنة"

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۵۹،۶۰، علوم الحدیث، ص:۱۳۷)

اس حدیث کی طریق میں حضرت سعید بن المسیب (اکابر تابعین میں سے ہیں) نے حضور ﷺ سے براہ راست حدیث نقل کی ہے (حالانکہ بعد زمان کی وجہ سے اس حدیث کا براہ راست نقل کرنا ممکن نہیں) اور اپنے بعد کے راوی کا ذکر چھوڑ دیا ہے جس کی کم از کم حد یہ ہے کہ ایک صحابی ہو اور احتمال ایک سے زائد کا بھی ہے جو کہ صحابی بھی ہو سکتا ہے اور تابعی بھی۔

لہٰذا روایت کا جب کوئی طریق ایسا ہو کہ اس میں سقط راوی واضح ہو اور آخر سے یہ سقط ہوا ہو تو اسکو خبر مرسل کہتے ہیں تو یہ بھی خبر مرسل کہلائے گی۔

تدلیس الاسناد کی مثال:

ما اخرجه الحاکم بسنده الی علی بن خشرم قال: قال لنا ابن عیینة عن الزهری. (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۶۷، علوم الحدیث، ص:۱۴۱)

حاکمؒ نے علی بن خشرمؒ سے روایت کی ہے کہ ہم سے ابن عیینہؒ نے بیان کیا "عن الزھری" اس حدیث کو علی بن خشرم نے ابن عیینہ سے بطریق زھری اس طور پر نقل کیا ہے کہ گویا اس نے یہ روایت مروی عنہ (زھری) سے براہ راست حدیث لی ہے، حالانکہ اس میں زھری اور ابن عیینہ کے درمیان دو راوی گرے ہوئے ہیں، کیونکہ علی بن خشرم نے ذکر کیا ہے کہ ہم لوگ ابن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: "عن الزھری" تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے براہ راست زھری سے سنا ہے؟ انہوں نے انکار کیا اور کہا: "نہ میں نے ان سے سنا اور نہ ان سے سننے والوں میں سے کسی سے سنا بلکہ مجھ سے عبد الرزاق نے بواسطہ معمر، زھری سے نقل کیا ہے۔

تدلیس الشیوخ کی مثال:

قول ابی بکر بن مجاهد احد الأئمة القراء حدثنا عبد الله بن ابی عبدالله. (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۶۸، علوم الحدیث، ص:۱۴۳،۱۴۴)

اس میں راوی ابوبکر بن مجاھد نے اپنے استاد یعنی شیخ سے روایت کو نقل کیا ہے اوران کے غیر معروف نام کوذکر کیا اور مراد اس سے ابوبکر بن داؤد سجستانی لیتے ہیں۔

اور تدلیس الشیوخ کہتے اسی کو ہیں جس میں راوی اپنے استاد ،شیخ سے روایت نقل کرے اوراس کے لئے غیر معروف نام ،کنیت یالقب ذکر کرے تا کہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔

تدلیس التسویۃ کی مثال:

ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں اسکی یہ مثال نقل کی ہے جوانہوں نے اپنے والد سے اسحاق بن راھویہ سے نقل کی ہے''**رواه اسحاق بن راهوية عن بقية حدثنی ابومصعب الاسعدی عن نافع عن ابن عمرؓ حدیث "لاتحمدو اسلام المرء حتیٰ تعرفوا عقدة رأيه"**

اس حدیث میں راوی بقیہ نے دو ثقہ راویوں ابومصعب (عبیداللہ بن عمرو) اورنافع کے درمیان ایک ضعیف راوی''**اسحاق بن ابن فروة**'' کوحذف کردیا اورایسے الفاظ سے روایت نقل کی جس میں براہ راست نقل کرنے کا احتمال ہوسکتا ہے اورایسی خامی کو بہت کم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں اور بقیہ نے اپنی خامی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک راوی کے نام''**عبیدالله بن عمرو**'' کے بجائے جس سے وہ معروف تھے ان کی کنیت اورخاندانی نسبت ذکر کردی جس سے کہ''عبیداللہ بن عمرو''غیر معروف تھے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۶۸، علوم الحدیث، ص:۱۴۴)

اورکسی راوی کا اپنے استاد سے روایت نقل کرنا بایں طور کہ آگے سند میں دو ایسے ثقات جن کی ملاقات ثابت ہوانکے درمیان آنے والے کسی کم حیثیت راوی کو

گرادے خواہ اسکے ضعف کی وجہ سے یا کم عمری کی بناء پر اور ایسے الفاظ استعمال کرے کہ جن سے براہ راست سننے کا گمان ہو اور بظاہر یہ سمجھا جائے کہ کوئی معتمد راوی معتمد سے ہی روایت کرر ہا ہے اسی کو تدلیس التسویہ کہتے ہیں۔

خبر مرسل خفی کی مثال:

ابن ماجہ نے بطریق عمر بن عبدالعزیز روایت نقل کی ہے ''عن عقبة بن عامر مرفوعاً رحم الله حارس الحرس'' (اللہ محافظین کی نگہبانی کرنے والوں پر رحم کرے) (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷۲، علوم الحدیث، ص:۱۴۶)

اس میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی عقبہ سے ملاقات ثابت نہیں جیسا کہ مزیؒ نے نقل کیا ہے، اور اگر کسی راوی کا سماع ایسے شخص سے ثابت نہ ہو جسکو وہ اپنے شیخ یا استاد کی حیثیت سے ذکر کرتا ہو (ہاں! البتہ معاصرت اور ملاقات تو ہوتی ہے) اسکو مرسل خفی کہتے ہیں۔

مرسل خفی اور مدلس کا فرق:

تدلیس میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ثابت ہوتی ہے جبکہ مرسل خفی میں صرف معاصرت کی شرط پائی جاتی ہے اور ملاقات ثابت نہیں ہوتی ہے۔

خبر واحد مردود کا رد کرنا طعن راوی کی وجہ سے

ثم الطعن إما أن یکون لکذب الراوی، أو تہمتہ بذلک أو فحش غلطہ، أو غفلتہ ...... ص: ۸۲
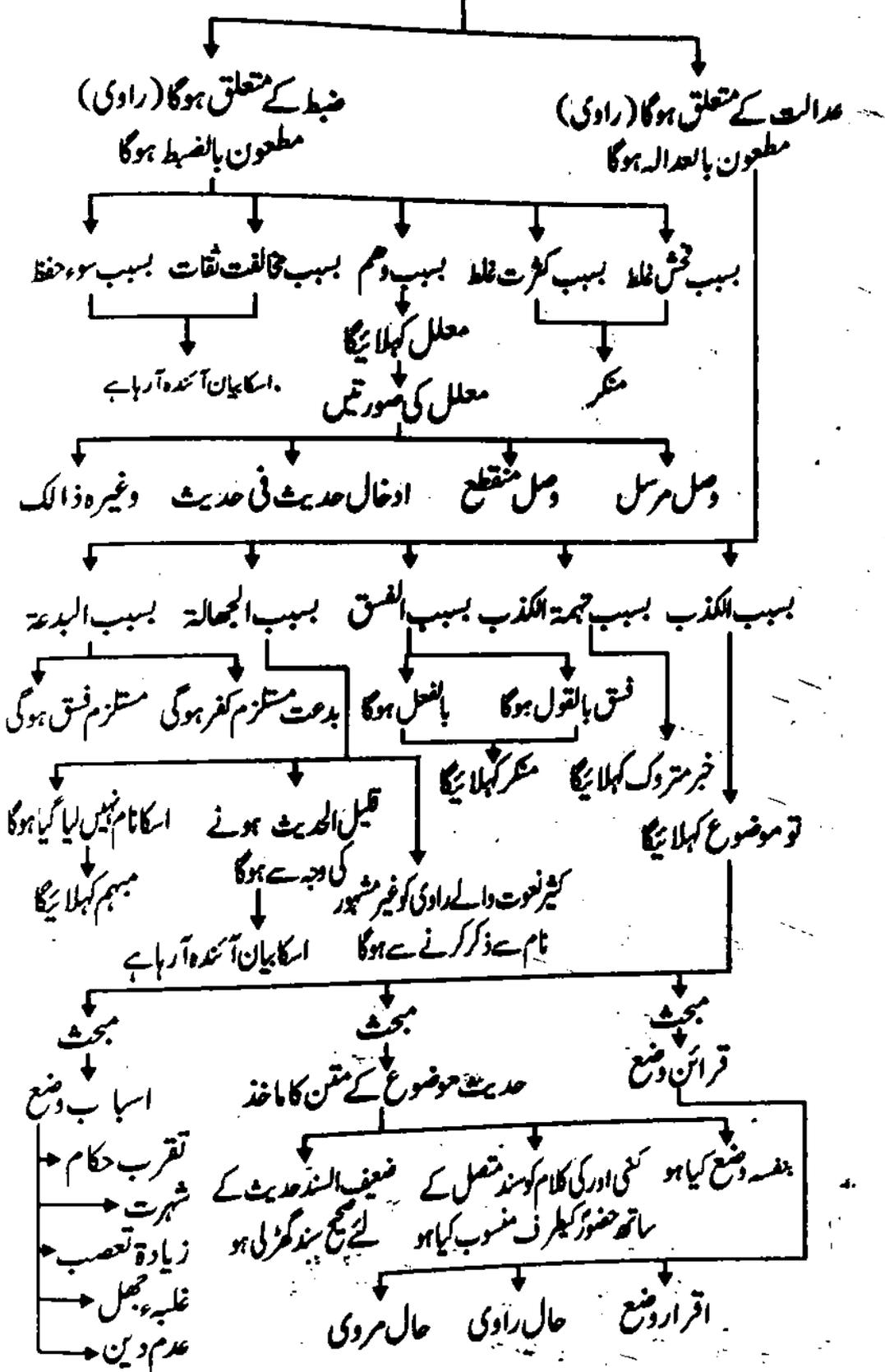
خبر واحد مردود کا رد کرنا طعن راوی کی وجہ سے کا بیان

خبر واحد مردود کا رد کرنا اگر طعن کی وجہ سے ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ طعن عدالت کے متعلق ہوگا یا ضبط کے متعلق ہوگا،

اگر اول ہو یعنی وہ طعن عدالت کے متعلق ہو کہ راوی مطعون بالعدالۃ ہو تو وہ طعن راوی پر کذب کی وجہ سے ہوا ہوگا تو موضوع کہلائیگا، موضوع کے اند پھر تین مباحث ہیں

مبحث ۱:

قرائن وضع کہ وضع خبر کی پہچان کا قرینہ کیا ہے۔

(۱) اقرار واضع کہ وضع کرنے والے نے خوذ اقرار وضع کیا ہو

(۲) حال راوی سے معلوم ہو

(۳) حال مروی سے معلوم ہو۔ مثلاً جس میں الفاظ حدیث کی نصوص شرعیہ سے مخالفت ہو۔

مبحث ۲:

وضع خبر کی صورتیں: وضع یا تو واضع نے بنفسہ کیا ہو یا کسی اور کے کلام کو سند متصل کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا ہو، یا ضعیف السند حدیث کے لئے صحیح سند گھڑلی ہو۔

مبحث ۳:

اسباب وضع: واضع نے یا تو حدیث عدم دین کی بناء پر گھڑلی ہو، یا غلبہ جہل کیوجہ سے یا زیادت تعصب کی بناء پر، یا تقرب حکام کی وجہ سے گھڑلی ہو یا پھر شہرت حاصل کرنے کی غرض سے حدیث گھڑلی ہو۔

یا پھر وہ طعن تہمت کذب کی بناء پر ہوا ہوگا تو وہ خبر متروک کہلائے گی، اور یا فسق کی وجہ سے وہ طعن ہوا ہوگا تو وہ منکر کہلائیگی چاہے وہ فسق بالقول ہو یا بالفعل، یا وہ طعن جہالت کے سبب آیا ہوگا، اور راوی کی یہ جہالت کثیر نعوت والے راوی کو غیر مشہور نام سے ذکر کرنے سے ہوگی یا قلیل الحدیث ہونے کی وجہ سے ہوگی یا اسکا نام مذکور نہیں ہوگا تو مبہم کہلائے گی۔ اور یا تو وہ طعن بدعت کی سبب سے ہوا ہوگا تو بدعت پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ مستلزم کفر ہوگا یا مستلزم فسق، اگر اول ہو تو مکفرہ اور اگر ثانی ہو تو بدعت مفسقہ کہلائے گی۔

قلیل الحدیث کا بیان

ان الراوی (قدیکون مقلاً من (فلا یکثر الأخذ عنه) وهو من لم یردِ عنه الاواحد.....ص: ۱۰۱

قلیل الحدیث کا بیان

قلیل الحدیث (یعنی اس کے روایت کرنے والے کم ہوں) یا تو اس سے روایت کرنے والا ایک ہوگا یا دو یا دو سے زیادہ، اگر روایت کرنے والا واحد ہو تو یا تو اسکی توثیق ہوگئی ہوگی یا نہ کی گئی ہوگی، اگر توثیق ہوگئی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا خود اس راوی نے کی ہو یا کسی اور نے توثیق کی ہو، اگر خود راوی نے کی ہو تو مقبول بشرط اہلیت توثیق، اور کسی اور نے کی ہو تو مقبول ہوگا، اور اگر توثیق نہ کی گئی ہو تو مجہول العین کہلائے گی اور مردود ہوگی۔

اور اگر اس سے روایت کرنے والے اثنان فصاعداً (دو یا دو سے زائد) ہونگے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو توثیق کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو اگر توثیق کی گئی ہو تو مقبول ہوگی، اور اگر توثیق نہ کی گئی ہو تو مجہول الحال کہلائے گی اور جمہور کے ہاں مردود ہوگی۔

اور اگر ثانی ہو کہ وہ طعن ضبط کے متعلق ہو تو پھر یا تو وہ راوی مطعون بسبب فحش غلط ہوگا یا پھر کثرت غلط کی وجہ سے مطعون کہلائیگا تو ان دونوں صورتوں میں بھی حدیث منکر کہلائے گی، یا وہ راوی وہم کی وجہ سے مطعون ہوا ہوگا تو یہ حدیث معلل کہلائے گی۔

معلل کی صورتیں:

معلل کی صورتیں اور وہم کی علتوں میں سے منجملہ یہ ہے کہ خبر مرسل کو متصل نقل کرتا ہو اور منقطع کو متصل کرتا ہو، اور یا ''ادخال حدیث فی حدیث آخر'' کرتا ہو کہ ایک حدیث کو دوسری حدیث میں شامل کرتا ہو، وغیر ذلک۔ اور یا وہ راوی مخالفت ثقات کی وجہ سے مطعون ہوگا اور یا پھر راوی کا وہ طعن سوء حفظ کی وجہ سے

ہوگا۔(ان دونوں کا بیان آئندہ آرہا ہے ان شاء اللہ)

موضوع کی مثال:

کاقرار ابی عصمة نوح ابن مریم بانه وضع حدیث فضائل سور القرآن سورة سورة عن ابن عباسؓ .

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷٦، علوم الحدیث، ص:۱۵٦)

ابوعصمۃ نوح بن مریم نے فضائل سور القرآن کے بارے میں احادیث گھڑنے کا خود اقرار کیا کہ میں نے یہ احادیث گھڑی ہیں اور یہ جھوٹ پر مبنی ہیں، کیونکہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ نے قرآن کی تمام سورتوں کے فضائل کے بارے میں احادیث "عن عکرمة عن ابن عباسؓ" سے کیسے نقل کیا تو انہوں نے خود اقرار کرلیا کہ جب میں نے لوگوں کو قرآن سے اعراض کرتے ہوئے فقہ حنفی اور مغازی محمد ابن اسحاق کی طرف مائل اور ان میں مشغول دیکھا تو میں نے یہ احادیث گھڑ لیں۔

چنانچہ انکی احادیث فضائل سور القرآن کے بارے میں موضوع کہلائیں گی جبکہ اس نے خود اقرار کرلیا وضع اور جھوٹ بولنے کا، اسی طرح کوئی راوی رافضی ہو اور حدیث فضائل اہل بیت کے بارے میں ہو اور صرف اسی راوی کے طریق سے منقول ہو تو بھی حدیث موضوع کہلائیگی، اور اسی طرح یہ بھی وضع کے جاننے کے ذرائع میں سے ہے کہ الفاظ حدیث نصوص شرعیہ کے مخالف ہو تو بھی حدیث موضوع کہلائیگی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

سب سے پہلے ائمہ حدیث میں سے حاکمؒ نے یہ روایت بیان کرکے ابوعصمہ نوح بن مریم پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے، اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے اور محدثین بھی ان کے متعلق یہی الزام نقل کرتے آئے ہیں لیکن یہ امام ابوعصمہ نوح بن مریم کے متعلق ایک افسانہ ہے اور حقیقت میں یہ واقعہ مشہور وضاع حدیث میسرہ

ابن عبدربہ کا ہے جو غلطی سے امام ابوعصمہ کی طرف منسوب کردیا گیا ہے (تفصیل کے لیئے تبصرہ بر المدخل فی اصول الحدیث از محقق العصر مولانا عبدالرشید نعمانی ص:۱۶۵، طبع الرحیم اکیڈمی)

اسباب وضع کی مثالیں:

رَوی محمد بن سعید المصلوب فی الزندقة عن حمید عن انس مرفوعاًانا خاتم النبیین لانبی بعدی الاان یشاء الله"

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷۷، علوم الحدیث، ص:۱۵۵)

یہ حدیث ایک بے دین زندیق نے جب وہ اسلام کے خلاف کھلم کھلا سازش نہ کرسکا تو اس نے یہ مہلک ترین صورت نکالی کہ کافی تعداد میں احادیث گھڑیں۔ان میں سے ایک مذکورہ بالا حدیث بھی ہے جس میں محمد بن سعید نے ''الا ان یشاء الله'' کا اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے۔

غلبہ جہل کی مثالیں:

غلبہ جہل سے احادیث گھڑنے والوں میں ''میسرہ بن عبدربہ'' نامی شخص بھی ہے کہ ابن مہدی نے جب ان سے پوچھا کہ آپ سورتوں اور آیات پڑھنے کے فضائل کہاں سے لائے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: میں نے لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے ان کو گھڑا ہے'' اور ایسے وضاعین بدترین شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے زہد کی وجہ سے ان کو ثقہ سمجھتے ہوئے ان کی احادیث پر عمل کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ حدیث نہیں ہوتی ہے۔(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷۷، علوم الحدیث، ص:۱۵۷)

زیادت تعصب کی مثال:

اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کے لئے تعصب کی وجہ سے کوئی چیز گھڑنا جیسے''علی خیر البشر من شک فیه کفر''روافض نے اس کو اپنے مذہب کی

تائید میں زیادت تعصب کی بناء پر گھڑا ہے۔
(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷۷، علوم الحدیث، ص:۱۵۸)

تُقرب حکام کی مثال:

بعض کمزور اہل ایمان کا حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے انکے غیر شرعی مشاغل کی تائید میں حدیث گھڑنے میں غیاث بن ابرھیم نخعی کوفیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ جب خلیفہ مہدی کے پاس گئے تو خلیفہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا تو فوراً ہی سند متصل کے ساتھ غیاث بن ابراھیم نخعی نے حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے حدیث بیان کی ''لاسبق الا فی نصل أو خف أو حافر أو جناح'' (شرح نخبۃ الفکر، ص:۸۵) (انعامی مقابلے کا حال صرف تیر چلانے یا اونٹ یا گھوڑوں کے دوڑانے یا پرندوں میں جائز ہے) اس حدیث میں غیاث نے پرندوں کا اضافہ کر دیا تا کہ خلیفہ مہدی کے مشغلہ کے تائید کر سکے۔

مہدی چونکہ صاحب علم تھا فوراً اسکی حرکت کو پہچان گیا اور اپنے کبوتروں کے ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور کہا کہ ''میں ہی اس کے لئے اس کام کا باعث بنا''

شہرت کی مثال:

ایسی احادیث کا ذوق رکھنے والے جو دوسرے محدثین کے ہاں نہ ملتا ہو؛ ایسے لوگ اسناد میں الٹ پھیر کر کے حدیث بیان کرتے ہیں اور ان کا مطلب پورا ہو جائے اور لوگ انکی طرف متوجہ ہو جائیں جیسے ابن دحیہ، حماد نصیبی۔
(تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۷۸، علوم الحدیث، ص:۱۵۹)

خبر متروک کی مثال:

حدیث عمرو بن شمر الجعفی الکوفی عن جابر عن أبی الطفیل عن علی وعمار قالا : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی

الفجر ،ويكبر يوم عرفة من صلاة الغداة ،ويقطع صلاة العصر اخر أيام التشريق. (تیسیر مصطلح الحدیث،ص:۸۰،علوم الحدیث،ص:۱۶۱)

حضور اکرم ﷺ فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور یوم عرفہ کو فجر کی نماز سے ہی تکبیر کہا کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخری دن بوقت عصر بند کر دیتے تھے۔

اس میں عمرو بن شمر کے بارے میں نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے یعنی اسکی حدیث جھوٹ کی تہمت کے بناء پر نہیں قبول کی جائیگی۔ جس راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہوں وہ متروک الحدیث ہوگا۔

منکر کی مثال:

اس مقام پر حجاج بن یوسف الثقفی کی مثال پیش کی جاتی ہے۔

علماء محدثین نے حجاج بن یوسف کے فسق کی وجہ سے ان سے روایت کرنا چھوڑ دی تھی چنانچہ میزان الاعتدال (ج:۱،ص:۴۶۶) میں امام نسائیؒ نے اس کے بارے میں فرمایا "لیس بثقة ولا مامون" اور ابواحمد حاکم نے فرمایا: "لیس باهل ان یروی عنه" اور ذہبیؒ نے فرمایا: "یحکی عنه ثابت وحمید وغیرهما فلولا ما ارتکب العظائم والفتک والشرلمشی حاله"۔

(المنہج الاسلامی فی الجرح والتعدیل،ص:۲۵۸طبع دارالسلام)

جہالت راوی بسبب کثرۃ نعوت کی مثال:

جہالت بسبب کثرت نعوت راوی: محمد بن السائب بن بشر الکلبی،

بعض لوگوں نے انکی نسبت دادا کیطرف کرتے ہوئے محمد بن بشر کہا ہے اور بعض نے اس کا نام حماد بن السائب لیا ہے، اور بعض لوگوں انکی کنیت أبو النضر رکھی ہے، اور دوسرے لوگوں نے اسکی کنیت أبوسعید ذکر کی ہے اور کسی نے ابوہشام بھی بتائی ہے۔ تو ان کثیر نعوت سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ ایک جماعت ہے حالانکہ یہ ایک ہی

آدمی کی بہت زیادہ صفات ہیں۔ کثیر نعوت ہے، اس کثیر نعوت والے راوی کو غیر مشہور نام سے اگر ذکر کیا جائے تو یہ بھی جہالت راوی کی سبب اور مثل ہے۔
(شرح نخبۃ الفکر، ص:۱۰۰)

قلیل الحدیث کی مثال:

أبو العشراء الدارمی تابعین میں سے اس سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۱۰۱، علوم الحدیث، ص:۱۹۸)

مبہم کی مثال:

کسی روایت کو نقل کرنے میں راوی کا قول: "أخبرنی فلان أخبرنی شیخ یا اخبرنی رجل"۔ (تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۱۰۱، علوم الحدیث، ۱۹۸)

کسی روایت میں راوی کا نام اگر ذکر نہ کیا جائے تو بھی اس سے جہالت آجاتی ہے اور مبہم کہلاتی ہے۔

بدعت مکفرہ کی مثال:

جیسے اثنا عشریہ کے روافض، باطنیہ کے فرقے، قرامطہ، بعض خوارج اور معتزلہ۔

بدعت مفسقہ کی مثال:

جیسے تفضیلی شیعہ۔

متن میں علت کی مثال:

"اخرجه مسلم فی صحیحه عن انس رضی الله عنه قال: صلیت خلف رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان رضی الله عنهم فکانوا یستفتحون بالحمدالله رب العالمین لایذکرون بسم الله الرحمن الرحیم فی اول قراءة ولا فی اخرها"

اس حدیث کی تخریج میں امام مسلمؒ متفرد ہیں اور اس میں بسم اللہ کی صراحۃً

نفی موجود ہے جبکہ اس کے اور طرق میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے نہ یہ کہ بسم اللہ پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، جیسے شیخین نے شعبہ کے طریق سے ''عن قتادة عن انس روایت کی ہے'' **کانوا یفتتحون القراءة ب الحمدلله رب العالمين** ''امام دار قطنیؒ نے اس حدیث کو معلل شمار کیا ہے اور روایت شیخین سے یہ نتیجہ نکالا کہ مسلم کی روایت جو بطریق ''ولید بن مسلم عن الاوزاعی عن قتادة عن انس ''مروی ہے اس میں راوی کانوا یستفتحون ب الحمدللہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ بسم اللہ نہیں پڑھا کرتے تھے تو اپنے فہم اور سمجھ کے مطابق انہوں نے یہ روایت بیان کردی اور فرمایا کہ:''**لایذکرون بسم الله في اول قراءة ولا في آخرها** ''اور غلطی کر بیٹھے حالانکہ اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ صورت جس سے وہ نماز کا افتتاح کرتے تھے وہ سورت فاتحہ تھی بسم اللہ کی تو کوئی بات اور تذکرہ ہی نہیں ہے۔

اور اس کی تائید مسند احمد بن حنبل میں حضرت انس سے ثابت ہے کہ ان سے بسم اللہ سے افتتاح قراءت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ فرمایا کہ ان کو اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے کچھ یاد نہیں (لہذا وہ کیسے کہیں گے حضور ﷺ نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ واللہ اعلم۔

(مقدمہ ابن الصلاح، ص:۱۹۰، ظفر الامانی، ص:۳۶۶)

مخالفتِ ثقات کا بیان

ثم المخالفة (ان كانت)واقعة بسبب (تغيير السياق) فالواقع فيه مدرج الإسناد.....ص: ٩٠ ط: قديمي كتب خانه
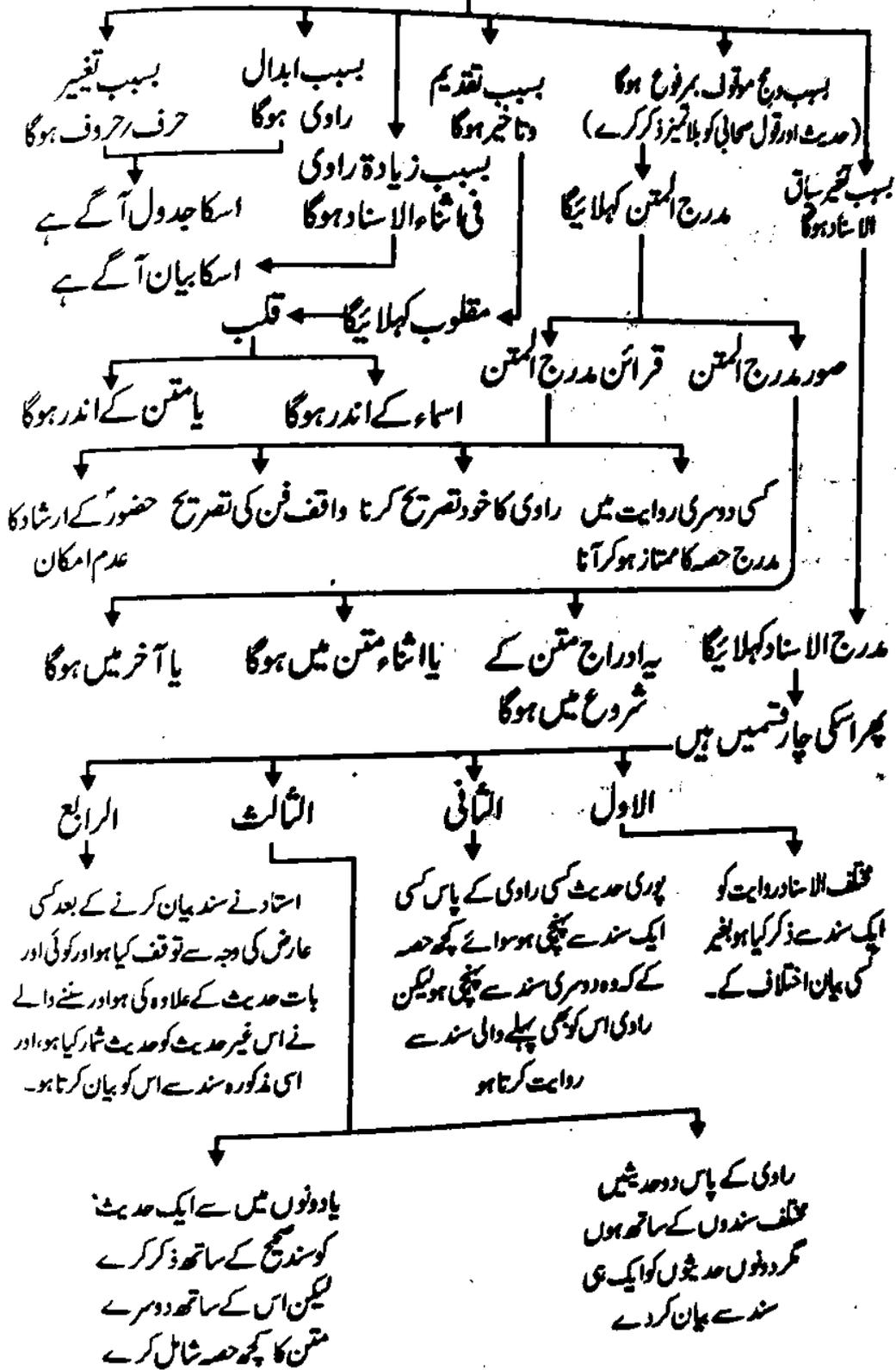
مخالفت ثقات کا بیان

مخالفت ثقات یا تو بسبب تغیر سیاق الاسناد ہوگی یعنی سیاق سند تبدیل ہوجانے کی وجہ سے ثقہ رواۃ کی مخالفت ہو اور یا بسبب درج موقوف بمرفوع کہ صحابی یا تابعی کے کلام موقوف کو حضورؐ کے کلام کے ساتھ (حدیث مرفوع) کے ساتھ بلا امتیاز ملادینے کی وجہ سے ہو اور یا مخالفت بسبب تقدیم و تاخیر سے ہو، اور یا بسبب زیادۃ راو فی اثناء الاسناد ہوگی، اور یا بسبب ابدال راو ثیقہ (راوی کا اپنے شیخ کو بدل دینے) کی وجہ سے ہو، اور یا پھر کسی ایک حرف یا کئی حروف کے تبدیل ہوجانے سے مخالفت ثقات ہوگی۔

اگر مخالفت ثقات بسبب تغیر سیاق الاِسناد ہو تو مدرج الاسناد کہلائے گی، پھر اسکی چار قسمیں ہیں:

الأول: مختلف الاسناد روایت کو ایک سند سے بغیر کسی بیان اختلاف کے ذکر کیا ہو۔

الثاني: ایک پوری حدیث کسی راوی کے پاس کسی ایک سند سے پہنچی ہو سوائے کچھ حصہ کے کہ وہ دوسری سند سے پہنچی ہو لیکن اس کو بھی پہلے والی سند سے روایت کیا جائے۔

الثالث: اسکی دو صورتیں ہیں: (۱) راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں کے ساتھ ہوں مگر دونوں حدیثوں کو ایک ہی سند سے بیان کرے (۲) یا دونوں میں سے ایک حدیث کو سند صحیح کے ساتھ ذکر کرے لیکن اسکے ساتھ دوسرے متن کا کچھ حصہ شامل کرے۔

الرابع: استاد نے سند بیان کرنے کے بعد کسی عارض کی وجہ سے توقف کیا ہو اور کوئی اور بات حدیث کے علاوہ کی ہو اور سننے والے نے اس غیر حدیث کو حدیث شمار کیا ہو اور اسی مذکورہ سند سے اس کو بیان کیا ہو۔

اور اگر مخالفت بسبب درج موقوف بمرفوع ہو تو مدرج المتن کہلائے گی۔ اس میں پھر دو مبحث ہیں (۱) صور مدرج المتن (۲) قرائن مدرج المتن.

صور مدرج المتن تین ہیں۔
(۱) ادراج متن کے شروع میں ہوگا (۲) یا اثناء متن میں ہوگا (۳) یا پھر آخر میں ہوگا۔ قرائن مدرج المتن چار ہیں۔
(۱) کسی دوسری روایت میں مدرج حصہ کا ممتاز ہوکر آنا، (۲) راوی کا خود اقرار کرنا، (۳) واقف فن کی تصریح، (۴) حضور ﷺ کے ارشاد کا عدم امکان کہ اس میں رکاکت لفظ یا کسی اور وجہ سے یہ امکان نہ ہو کہ یہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔
اور اگر مخالفت بسبب تقدیم وتاخیر ہو تو مقلوب کہلائے گی پھر اس میں دیکھا جائیگا کہ قلب اسماء کے اندر ہے یا متن کے اندر ہوگا۔

مدرج الاسناد کی پہلی قسم کی مثال:

عن بندار عن عبدالرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل ومنصور والاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبد الله قال: قلت یارسول الله ای الذنب اعظم..... الحدیث. هكذا رواه محمد بن كثیر العبدی عن سفیان الثوری. (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۰)

یہ حدیث تینوں شیوخ واصل، منصور، اعمش سے مختلف طرق سے منقول ہے، اعمش ومنصور نے اسکو بطریق "عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبدالله"، نقل کیا ہے اور واصل نے بطریق عن ابی وائل عن عبداللہ نقل کیا ہے یعنی واصل نے "ابو وائل" اور "عبداللہ" کے درمیان "عمرو بن شرحبیل" کا واسطہ ذکر نہیں کیا ہے، لیکن راوی نے اس مذکورہ حدیث کو اس طرح نقل کر دیا کہ تینوں کے ساتھ "عمرو" کا واسطہ نقل کر دیا اور اس اختلاف کو بیان نہیں کیا کہ واصل کی طریق میں "عمرو" کا واسطہ نہیں ہے اور وہ اس سے مختلف ہے۔

مدرج الاسناد کی دوسری قسم:

مثال اسکی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کی نماز کی حالت وصفات

کا ذکر ہے، اسکو زائدہ شریک اور سفیان بن عیینہ نے عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر کے طریق سے نقل کیا ہے اور اس میں کہا کہ "**ثم جئت بعد ذلک فی زمان برد شدید ،فرأیت الناس علیهم جل الثیاب تحرک ایدیهم تحت الثیاب**"

اس روایت کا ایک حصہ راوی کے پاس ایک سند سے اور کچھ حصہ (ثم جئت) دوسرے سند سے ہے، اور راوی نے اس متن کو جو مختلف طرق سے پہنچا ہے ایک سند یعنی متن کثیر والی سند سے بیان کیا ہے، کیونکہ اس روایت کے بارے میں موسیٰ بن ھارون نے کہا ہے "جئت ــــــ" حدیث کا یہ حصہ اس سند کے ساتھ مروی نہیں ہے بلکہ مدرج ہے اور یہ تو عاصم عن عبد الجبار بن وائل عن بعض اھلہ" کے طریق سے مروی ہے، چنانچہ زہیر بن معاویہ اور ابو بدر شجاع بن ولید ان کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے تھے۔(شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۱)

مدرج الاسناد کی تیسری قسم کی مثال:

ماروا ه سعید بن مریم عن مالک عن الزهری عن انس ان رسول الله ﷺ قال: لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا ولاتنافسوا...... الحدیث. (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۱)

اس روایت میں راوی سعید بن مریم نے ایک متن حدیث کو اسکی خاص سند سے بیان کیا مگر اسکے ساتھ دوسرے متن حدیث کا کچھ حصہ (**لاتنافسوا**) بھی شامل اور مدرج کیا بلکہ یہ سعید بن مریم نے امام مالک کی دوسری روایت سے یہ جملہ لیا ہے، وہ دوسری روایت یہ ہے "**عن مالک عن الزناد عن الاعرج عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولاتجسسوا ولاتحسسوا ولاتنافسوا ولاتحاسدوا**" یہ مذکورہ دونوں حدیثیں حضرت امام مالک سے صحیح الاسناد ہیں مگر پہلی روایت میں "**ولاتنافسوا**" نہیں ہے بلکہ دوسری

روایت کا حصہ ہے جسے راوی سعید بن مریم نے پہلی میں ذکر کر دیا۔

مدرج الاسناد کی چوتھی قسم کی مثال:

عن اسماعیل الطلحی عن ثابت بن موسی العابد الزاهد عن شریک عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر موقوفاً من کثرت صلوته باللیل حسن وجهه بالنهار. (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۱)

حاکم نے اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ جب راوی ''شریک'' یہ سند بیان کر رہے تھے تو جب انہوں نے قال قال رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کہے تو خاموش ہو گئے اسی دوران ''ثابت بن موسیٰ'' داخل ہوئے جو کہ بہت بزرگ آدمی تھے اور ان کا چہرہ بہت نورانی تھا تو ''شریک'' کی نظر جب انکے چہرے پر پڑی تو انہوں نے ثابت بن موسیٰ کے بارے میں کہا کہ ''**من کثرت صلوته باللیل حسن وجهه بالنهار**'' تو ثابت بن موسیٰ نے سمجھا کہ یہ متن حدیث ہے اور اسکو اسی طرح روایت کرتے رہے۔

خبر مقلوب کی مثال:

خبر مقلوب جبکہ قلب اسماء کے اندر ہو ''کعب بن مرۃ اور مرۃ بن کعب'' میں اگر کوئی راوی کے نام اور اسکے والد کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دے کہ کعب بن مرۃ کے بجائے مرہ بن کعب کر دے، اور یا پھر کسی مشہور راوی کے نام کے بجائے کسی دوسرے راوی کا نام ذکر کرے ''حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ'' کے بجائے حضرت نافع کا نام ذکر کر دے۔

خبر مقلوب جبکہ قلب متن کے اندر ہو: کحدیث ابی ھریرۃؓ رجل تصدق بصدقۃ فاخفاھا حتی لاتعلم یمینہ ماتنفق شمالہ'' روایت کی اس متن میں قلب ہوا ہے کیونکہ صحیح روایت میں متن اسطرح منقول ہے ''**حتی لاتعلم شماله ماتنفق یمینه**''۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۳، ۹۴)

مخالفت بسبب زیادت راوِ فی اثناء الاسناد کا بیان

إن کانت المخالفة (بزيادة راوٍ) فی أثناء الإسناد ومن لم یزدها أتقن ممن زادها (فهذا هو المزيد فی متصل الاسانید..... ص: ۹۴

مخالفت بسبب زیادۃ راوِ فی اثناء الاسناد

- موضع زیادت پر تصریح بالسماع موجود ہوگی
  - اس بات پر قرینہ موجود ہوگا کہ زیادتی وہم ہے ← زیادت مرجوح ہوگی ← یہ مزید فی متصل الاسانید کہلائیگا
  - یا موجود نہیں ہوگا ← دونوں (اضافہ شدہ اور غیر اضافہ شدہ) حدیثیں صحیح ہوگی
- یا نہیں
  - کسی قرینہ سے یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ اضافہ راوی کے وہم کی وجہ سے ہے ← اضافہ والی روایت مرجوح ہوگی
  - یا قرینہ نہیں ہوگا ← منقطع کہلائیگا
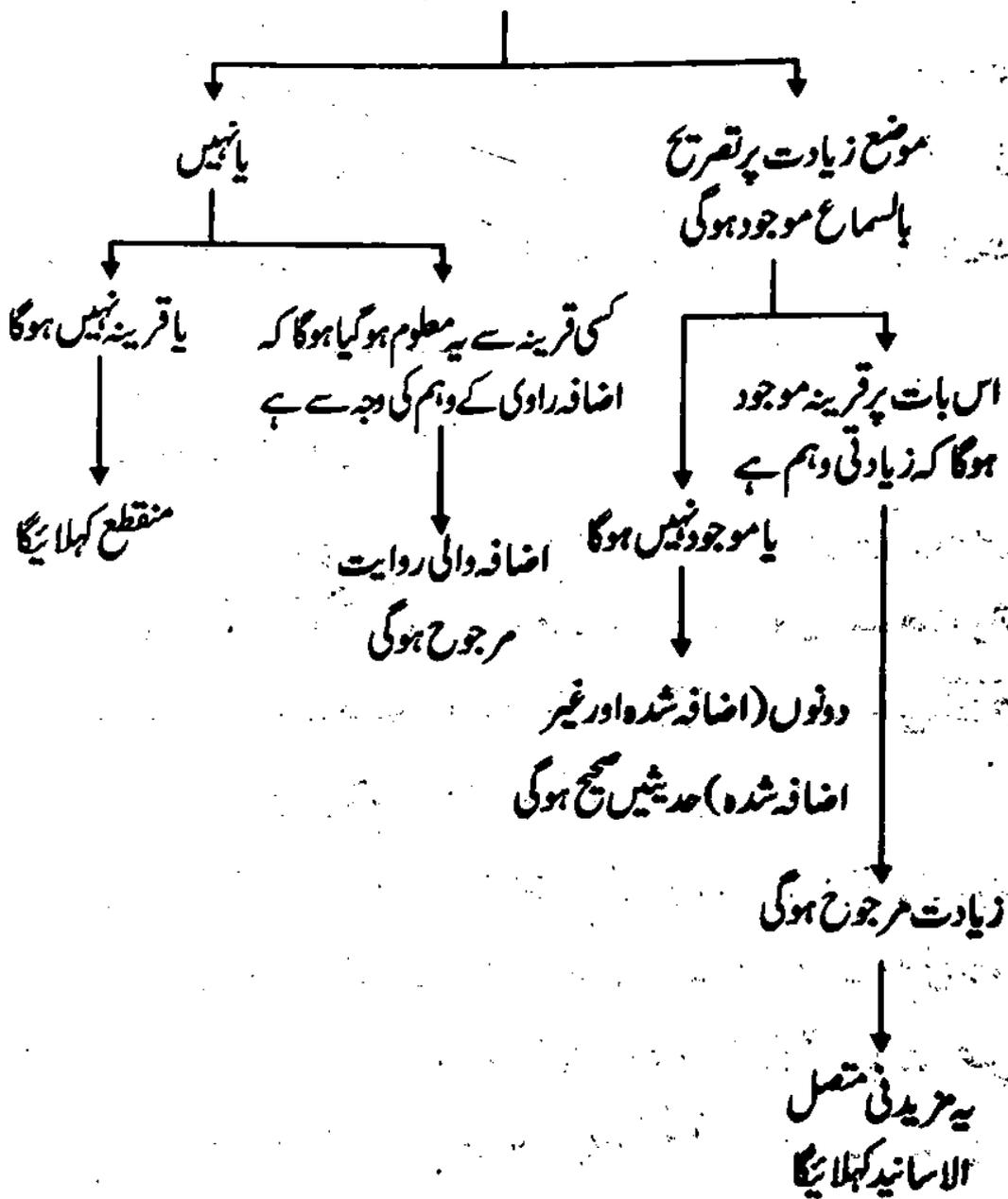
مخالفت بسبب زیادت راوٍ فی اثناء الاسناد کا بیان

مخالفت بسبب زیادۃ راوٍ فی اثناء الاسناد ہوتو دو حال سے خالی نہیں ، یا تو اس روایت کے موضع زیادت پر (کسی اور روایت میں جس میں زیادتی نہیں ہوئی) تصریح بالسماع موجود ہوگی یا نہیں ، اگر اول ہے تو یا اس بات پر قرینہ موجود ہوگا کہ زیادتی وہم ہے تو زیادت مرجوح ہوگی اور یہ مزید فی متصل الاسانید کہلائے گی اور یا قرینہ موجود نہیں ہوگا تو دونوں (اضافہ شدہ اور غیر اضافہ شدہ) حدیثیں صحیح ہوں گی اور اگر ثانی ہے تو پھر اس میں دیکھا جائیگا کہ کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ اضافہ راوی کا وہم ہے تو اضافہ والی روایت مرجوح ہوگی اور یا قرینہ نہیں ہوگا تو دوسری روایت منقطع کہلائیگی۔

مزید فی متصل الاسانید کی مثال:

ابن مبارک کی روایت ہے: "حدثنا سفیان عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر قال حدثنی بسر بن عبیداللہ قال سمعت اباادریس یقول :سمعت واثلۃ بن الاسقع یقول :سمعت ابامرثد الغنوی یقول سمعت النبی ﷺ یقول لاتجلسوا علی القبور ولاتصلوا علیھا"۔(شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۴)

اس روایت کے سند کے درمیان راوی سفیان اور ابو ادریس کی زیادتی پائی جارہی ہے، سفیان کی زیادتی ابن مبارک سے نقل کرنے والوں کے وہم کی بناء پر ہوئی ہے، کیونکہ ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے اس روایت کو اسطرح نقل کیا ہے "عن ابن المبارک عن عبدالرحمن بن یزید" یعنی ابن مبارک نے ان سے براہ راست نقل کیا ہے اور سفیان کا واسطہ ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ بعض لوگوں نے تو "عن" کے بجائے "اخبرنا" کی تصریح بھی کی ہے۔

تو اس دوسرے طریق (جس میں زیادتی نہیں ہوتی ہے) کے موضع زیادت (عن ابن المبارک عن عبدالرحمان بن یزید) پر تصریح بالسماع موجود ہے کہ ابن مبارک نے عبدالرحمان بن یزید سے براہ راست نقل کیا ہے، اور اس میں اس بات پر بھی قرینہ موجود ہے کہ زیادتی سفیان کے وہم کے بنا پر ہے کیونکہ بغیر زیادتی کے رواۃ سارے کے سارے ثقہ ہیں اور حدیث متصل ہے۔ اور رہی ابو ادریس کی زیادتی یہ خود ابن مبارک ؒ کا وہم ہے، کیونکہ عبدالرحمان بن یزید (ابن مبارک ؒ کے استاذ) سے ثقہ راویوں نے یہ سند اس طرح نقل کی ہے کہ ابو ادریس'' کا ذکر نہیں کیا ہے، اور بعض نے تو تصریح کی ہے کہ ''بسرہ'' نے ''واثلہ'' سے براہ راست سنا ہے۔

اس بغیر زیادتی والی روایت (جس میں ''ابو ادریس'' کا ذکر نہیں ہے) میں اس پر سماع کی تصریح ہوگئی کہ ''بسر نے واثلہ'' سے براہ راست سنا ہے انکے درمیان ''ابو ادریس'' کا واسطہ نہیں ہے اور حدیث متصل ہے لہذا ابو ادریس کی زیادتی بھی محقق ہے اور یہ مرجوح ہوگی، اور جو سند متصل ہو اور اسکی سند میں کسی راوی کا اضافہ کردیا ہو وہ مزید فی متصل الاسانید کہلاتی ہے۔

مخالفت بسبب ابدال راوی

أو إن كانت المخالفة بإبداله والأمر صبح فهذا هو المضطرب وهو يقع في الأسناد غالباً وقد يقع في المتن .....ص: ۹۴ ـ ۹۵
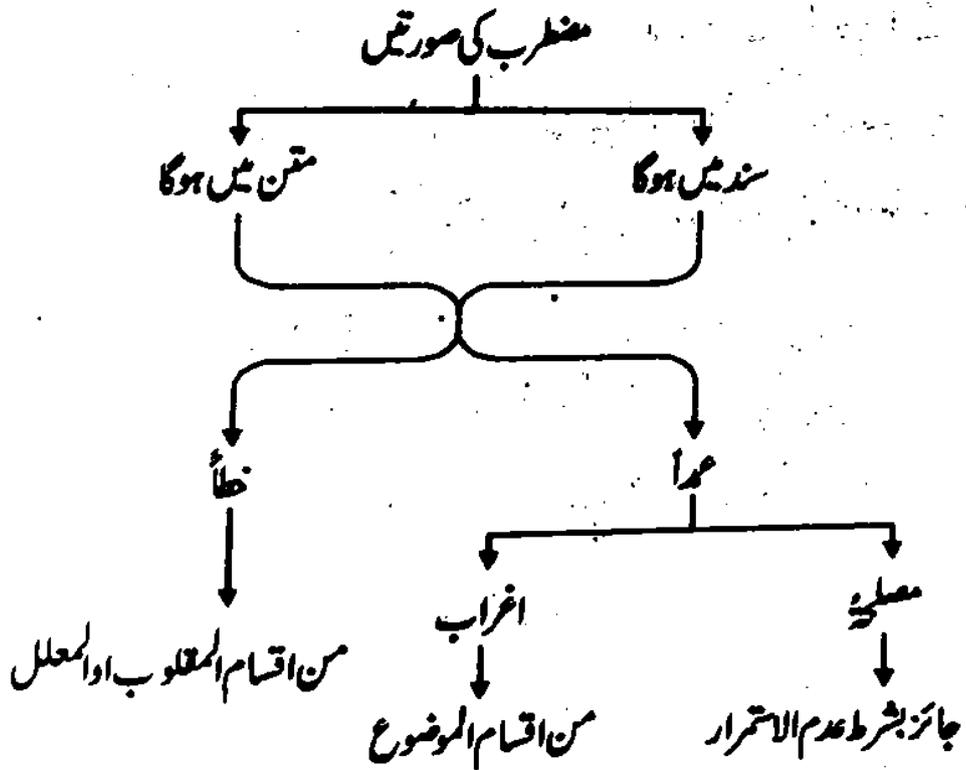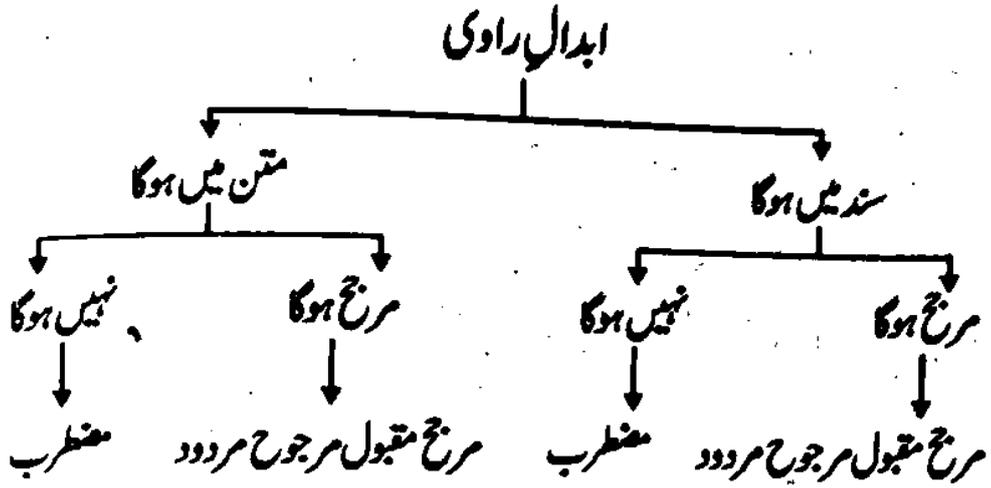
مخالفت بسبب ابدال الراوی کا بیان

اگر مخالفت بسبب ابدال الراوی ہو (یعنی راوی نے اپنے شیخ کی مرویات

میں تبدیلی کی ہو) تو دو حال سے خالی نہیں یا تو سند میں تبدیلی ہوگی یا متن میں ہوگی۔

اگر سند میں ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں: مرجح ہوگی یا نہیں ہوگی۔

اگر مرجح ہوگی تو راجح مقبول اور مرجوح مردود ہوگی، اگر مرجح نہ ہو تو مضطرب ہوگی اور اگر تبدیلی متن میں رونما ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں اس ابدال کے لئے کوئی مرجح ہوگا یا نہیں ہوگا اگر مرجح ہو تو راجح مقبول اور مرجوح مردود ہوگا اگر مرجح نہ ہو تو مضطرب کہلائے گی۔

مضطرب کی صورتیں:

اضطراب چاہے سند میں ہو یا متن میں ہو دو حال سے خالی نہیں، عمداً ہوگا یا خطأً، اگر عمداً ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا یہ اضطراب مصلحۃ ہوگا یا اغراب یعنی تعجب دلانے کے لئے ہوگا، اگر مصلحۃ ہو تو جائز بشرط عدم الاستمرار، اور اگر اغراب کے لئے ہو تو موضوع کی اقسام میں سے ہوگا۔

اور اگر اضطراب خطأً رونما ہو تو اس کا شمار مقلوب میں سے ہوگا، (اگر مقلوب کا معنی پایا جائے) یا معلل میں سے ہوگا (جب معلل کا معنی موجود ہو)۔

کسی مصلحت کی غرض سے مخالفت کی مثال:

بعض دفعہ کسی محدث کے حافظہ کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے اس غرض سے اسانید اور متون میں تغیر وتبدل پیدا کیا جاتا ہے: جب امام بخاریؒ بغداد تشریف لائے تو وہاں کے محدثین نے سو (۱۰۰) رویات کے اسانید اور متون میں تغیر وتبدل کر دیا اور دس افراد کو منتخب کیا اور انہیں دس، دس احادیث دیدیں اور انہیں امام بخاریؒ کی مجلس میں سنانے کو کہا تو امام بخاریؒ نے سب کی غلطیاں پکڑیں اور ہر ایک کی صحیح سند بیان فرمائی تھی۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص: ۹۵)

اگر کسی سند یا متن میں تغیر ومخالفت کسی غرض (امتحان) کیوجہ سے نہ ہو بلکہ

اغراب (تعجب) کے لئے ہو یا کوئی اور غرض فاسد ہو تو اس صورت میں ایسی متغیر روایت خبر موضوع کی اقسام میں سے ہوگی اور سند میں یا متن میں غلطی یا کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو تو وہ خبر مقلوب یا معلل کہلائے گی اسکی مثالیں گزر گئی ہیں۔

مضطرب کی مثال:

اسماعیل بن امیہ کی یہ روایت ہے "اذا صلی أحدکم فلیجعل تلقاء وجھه فاذا لم یجد عصا ینصبها بین یدیه فلیخط خطاً" (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۵)

اس روایت کے کئی اسناد ہیں اسمیں راوی کے شیخ اور مروی عنہ میں کس قدر اضطراب ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اسماعیل بن امیه عن ابی عمر و بن محمد عن عمر وبن حریث عن جده حریث بن مسلم عن ابی هریره (ابن ماجه)

(۲) اسماعیل بن امیه حدثنی ابو عمر وبن محمد بن حریث انه سمع جده حریث عن ابی هریره (ابو داؤد)

(۳) اسماعیل بن علیه عن أبی محمد بن عمروبن حریث عن جده حریث رجل بن بنی عذرة عن ابی هریرهؓ.

(۴) اسماعیل عن ابی عمروبن حریث عن أبیه عن أبی هریرهؓ.

(۵) اسماعیل عن عمروبن محمد بن حریث عن أبیه عن أبی هریرهؓ.

(۶) اسماعیل عن حریث بن عمار عن أبی هریرهؓ.

متن میں اضطراب کی مثال:

فاطمة بنت قیس قالت: سالت او سئل النبی ﷺ عن الزکوٰة فقال: "ان فی المال لحقا سوی الزکوٰة" (شرح الشرح، ص:۳۷۳، ۳۷۴) اس طرح حدیث امام ترمذیؒ نے "عن شریک عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة

'' کی طریق سے نقل کیا ہے اور ابن ماجہ ؒ نے اس طریق کو '' لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ '' کے الفاظ سے نقل کیا ہے چنانچہ اس اضطراب میں تاویل کی گنجائش نہیں جبکہ بیہقی ؒ کا بیان ہے طریق ثانی کے الفاظ کی اسناد محفوظ نہیں ہیں اور ابن ماجہ نے جو روایت کی ہے وہ مردود ہے۔

مخالفت بسبب تغیر حرف/حروف کا بیان

او إن كانت المخالفة بتغير حرف اوحروف مع بقاء صورة الخط فى السياق ص:٩٦
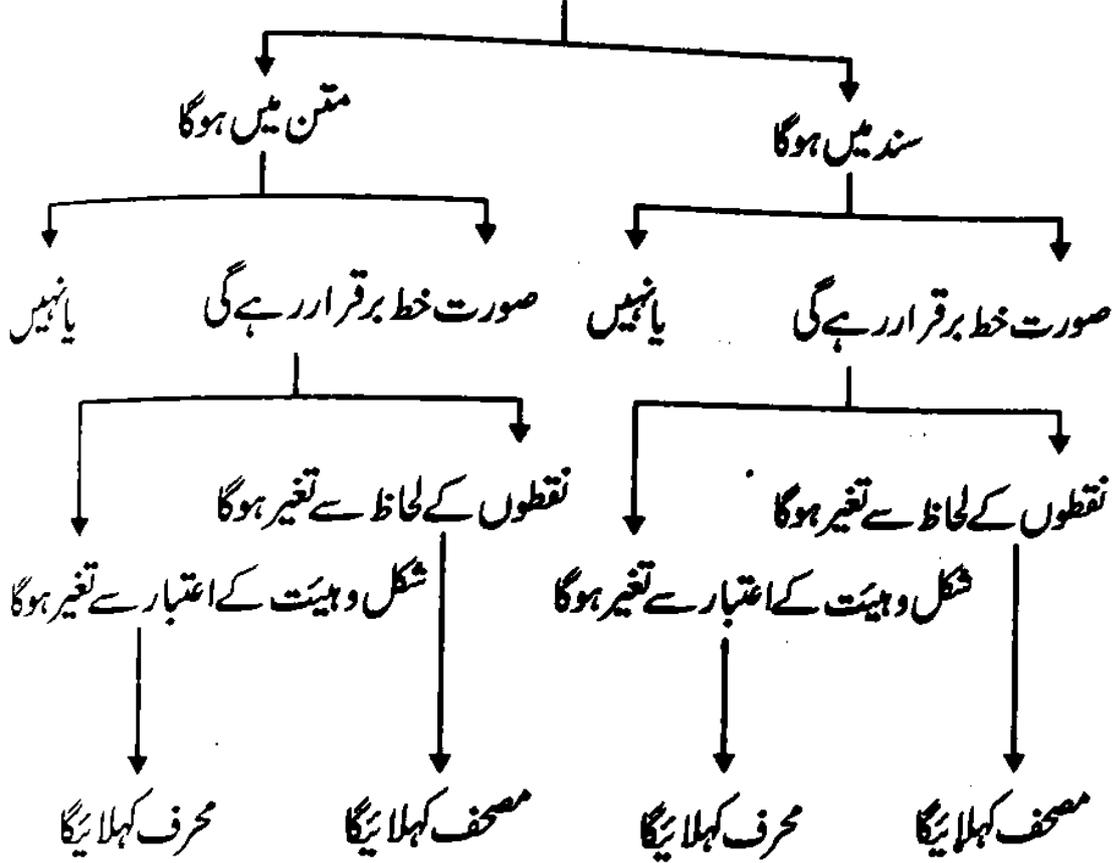
مخالفت بسبب تغیر حرف/حروف کا بیان

مخالفت اگر بسبب تغیر حرف یا کئی حروف ہوتو دو حال سے خالی نہیں، یا یہ تغیر حرف سند میں ہوگا یا متن میں ہوگا، اگر سند میں ہوتو دیکھا جائے گا صورت خط برقرار ہے یانہیں۔

اگر صورت خط برقرار ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو نقطوں کے لحاظ سے تغیر ہوگا یا پھر شکل وہیئت کے اعتبار سے تغیر ہوگا۔

اگر نقطوں کے لحاظ سے تغیر ہو تو مصحف کہلائے گی اور اگر شکل وہیئت کے اعتبار سے تغیر ہو تو محرف کہلائے گی، اور اگر صورت خط برقرار نہ ہو تو اس سے ہمارا کلام نہیں، اور اگر یہ تغیر حرف متن کے اندر ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو صورت خط برقرار رہے گی یا نہیں ثانی سے کوئی کلام نہیں۔

اول ہو تو اس میں دیکھا جائیگا نقطوں کے لحاظ سے تغیر ہوگا یا شکل وہیئت کے اعتبار سے تغیر ہوگا۔

اگر نقطوں کے اعتبار سے تغیر حرف ہو تو مصحف کہلائے گی اور اگر شکل وہیئت کے اعتبار سے تغیر ہو تو محرف کہلائے گی۔

مصحف کی مثال:

تصحیف فی الاسناد کی مثال: شعبہ کی حدیث ہے جو انہوں نے عوام بن مراجم سے روایت کی ہے۔ لیکن ابن معین نے اس میں تصحیف (ثقہ رواۃ کے روایت کے خلاف ذکر) کر کے عوام بن مزاحم نقل کیا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۶)

تو ان دونوں لفظوں مراجم اور مزاحم کے اندر تغیر آیا ہے جو کہ سند کے اندر واقع ہے اور یہ ایسا تغیر ہے کہ صورت خط اگر چہ برقرار ہے لیکن نقطوں کے لحاظ سے یہ تغیر آیا ہے تو لہذا یہ مصحف کہلائے گی۔

محرف کی مثال:

سند کے اندر محرف کی مثال یہ ہے:

ما روينا عن احمد بن حنبل قال: حدثنا محمد بن جعفر قال:- حدثنا شعبة، عن مالك بن عرفطة، عن عبد خير، عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الدباء والمزفت.

(مقدمہ ابن الصلاح، ص:۳۸۴، ط: دار الکتب العلمیہ)

امام احمد بن حنبلؒ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ اسکے اندر شعبہ نے تصحیف (تحریف) کی ہے کہ خالد بن علقمہ کے بجائے مالک بن عرفطہ کو ذکر کیا ہے، اور اسی طرح زائدہ ابن قدامہ نے بھی یہی کہا ہے جو امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے۔

مصحف کی مثال:

''من صام رمضان واتبعه ستا من شوال''، ابوبکر صومی نے اس میں تصحیف (ثقہ رواۃ کے خلاف نقل) کرکے یوں روایت کی ہے ''من صام رمضان واتبعه شيئا من شوال'' یعنی لفظ ''ستا'' کو شیئا سمجھا ہے، ان میں صورت خط اگرچہ برقرار ہے لیکن نقطوں کے لحاظ سے تغیر آیا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۶)

محرف کی مثال:

حضرت جابرؓ کی روایت: "رمى ابى يوم الاحزاب على اكحلة فكواه رسول الله ﷺ".

اس روایت میں ''ابی'' سے ''اُبی بن کعب'' مراد ہے لیکن راوی غندر نے اس میں تحریف کرکے اس کو اضافت کے ساتھ ''ابی'' ذکر کیا ہے، اس روایت کے متن کے اندر لفظ

''ابی'' میں جو اختلاف آیا اس میں اگرچہ صورت خط برقرار ہے لیکن شکل وہیئت میں اختلاف ضرور آیا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر، ص:۹۶)

طعن بالضبط یعنی راوی مطعون بالضبط بسبب سوء حفظ

ثم سوء الحفظ ان کان لازماً للراوی فھو الشاذ.... ص: ۱۰۶

راوی مطعون بالضبط بسبب سوءحفظ کا بیان
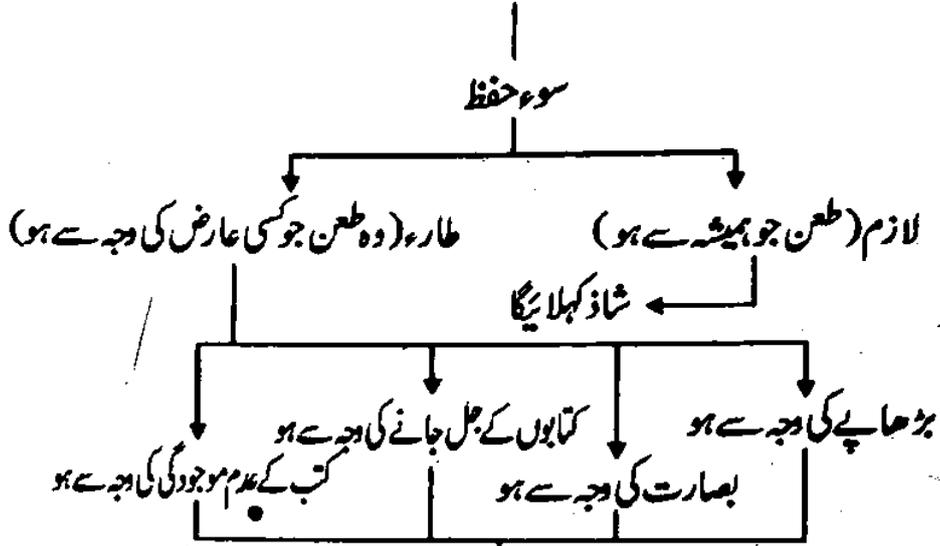
اگر راوی مطعون بسبب سوء حفظ ہوتو دو حال سے خالی نہیں یا تو لازم ہوگا یا طاری، اگر لازم ہوتو شاذ کہلائے گی اور اگر طاری ہوتو پھر سوء حفظ یا تو بڑھاپے کی وجہ سے ہوگا یا بصارت کی وجہ سے ہوگا یا کتابوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہوگا یا پھر کتابوں کے جل جانے کی وجہ سے ہوگا تو ان تمام صورتوں میں حدیث خبر مختلط کہلائے گی۔

مختلط سے روایت کرنے کا حکم:

مختلط کی حدیث اختلاط سے پہلے کی روایت کردہ ہوگی تو مقبول، اور اگر اختلاط کے بعد روایت کردہ ہوگی تو مردود۔

اگر دونوں حالتوں کی روایت کردہ ہوگی پھر ان میں دیکھا جائے گا اختلاط سے پہلے کی روایت کردہ احادیث بعد اختلاط کے روایت کردہ احادیث سے ممیز اور بدل ہوگی۔

تو مقبول اور اگر ممیز اور بدل نہ ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا کوئی ایسا متابع جو اس سے فائق ہو یا برابر ہو موجود ہوگا یا نہیں، اگر موجود ہوتو حسن لغیرہ کہلائے گی اور اگر موجود نہیں ہوتو موقوف کہلائے گی۔

سوء حفظ لازم کی مثال:

شعبة عن عاصم بن عبيدالله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن ابيه إن امرأة من بني فزارة تزوجت على نعلين فقال النبي ﷺ ارضيت من نفسك ومالك بنعلين قالت نعم قال فاجاز". (علوم الحدیث، ص:۲۰۴)

اس روایت کے دوسرے راوی عاصم بن عبید اللہ'' سوء حفظ لازم کے ساتھ متصف ہیں لہذا اسکی روایت خبر شاذ کہلائیگی۔

سوء حفظ طاریٔ کی مثال:

جبکہ اختلاط سے پہلے کی روایت کردہ ہو''سعید بن ابی عروبہ''''یحیٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ۱۴۲ھ کو ابراھیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسن کے شکست کھانے کے بعد مختلط ہوئے پس جس نے اس سے اختلاط کی بعد جو روایت سنی ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور یزید بن ھارون اور عبدۃ بن سلیمان نے اس سے اس زمانہ میں روایت کیا ہے جب وہ صحیح تھے ،لھذا انکی روایت مقبول ہوگی۔(مقدمہ ابن الصلاح،ص:۴۹۵،ط:دار الکتب العلمیہ)

اختلاط کی بعد کی روایت کردہ کی مثال:

سعید بن ابی عروبہ جو کہ مختلط تھے ،وکیع اور معافی بن عمران الموصلی نے اس سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے ،لھذا انکی روایت مردود ہوگی۔(مقدمہ ابن الصلاح،ص:۴۹۶)

دونوں حالتوں کے روایت کردہ کی مثال:

جب کہ اختلاط سے پہلے کی روایت کردہ احادیث اختلاط کے بعد روایت کردہ احادیث سے ممیز ہو۔

صالح بن نبھان:

تو اُمہ بنت امیہ بن خلف کے آزاد کردہ غلام تھے ،ابن ابی الذئب اور دوسرے لوگوں نے اس سے روایت لی ہے۔

ابو حاتم بن حبان نے فرمایا کہ یہ ۱۲۵ھ کو متغیر ہوئے تھے اور اسکی آخری عمر کی حدیثیں پہلے والی حدیثوں کے ساتھ مختلط ہوئی تھیں انکی روایات ممیز نہیں ہیں

،اسلئے انکی روایت قابل ترک ہے، لیکن علامہ عراقیؒ نے اسکے بارے میں فرمایا کہ ان کی روایات ممیز ہیں لہذا اختلاط سے قبل کی روایات مقبول ہیں تو لھذا انکی روایت کو قبول کیا جائیگا۔(مقدمہ ابن الصلاح، ص:۴۹۶)

دونوں حالتوں کی روایت کردہ کی مثال:

جبکہ اختلاط سے پہلے کی روایت کردہ احادیث اختلاط کی بعد روایت کردہ احادیث سے ممیز نہ ہو۔

یزید بن هارون عن المسعودی عن زیادة قال : صلی بنا المغیرة بن **شعبة فلما صلی رکعتین قام ولم یجلس فسبح من خلفه فاشار** الیهم ان **قوموا فلما فرغ عن صلاته سلم وسجد سجدتی السهو وسلم** وقال **:هکذا صنع رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم. (علوم الحدیث للاسعدی، ص:۲۰۴، ط: ادارۃ المعارف کراچی)

اس روایت کے دوسرے راوی مسعودی عبدالرحمٰن سوء حفظ طاریٔ کے ساتھ متصف ہیں اور یہ خبر مختلط ہے اور انکی روایت دونوں حالتوں (اختلاط سے پہلے اور بعد) میں مروی ہے اور اختلاط سے پہلے کی مرویات اختلاط کے بعد کی مرویات سے ممیز بھی نہیں ہیں لیکن اس روایت کے اور طرق بھی ہیں انکی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ کہلائے گی۔

سند کی انتہاء

ثم الاسناد إما أن ينتهي إلى النبي ﷺ إما تصريحاً او حكماً ....

ص: ۱۰۸

خبر کی تقسیم باعتبار انتہائے سند
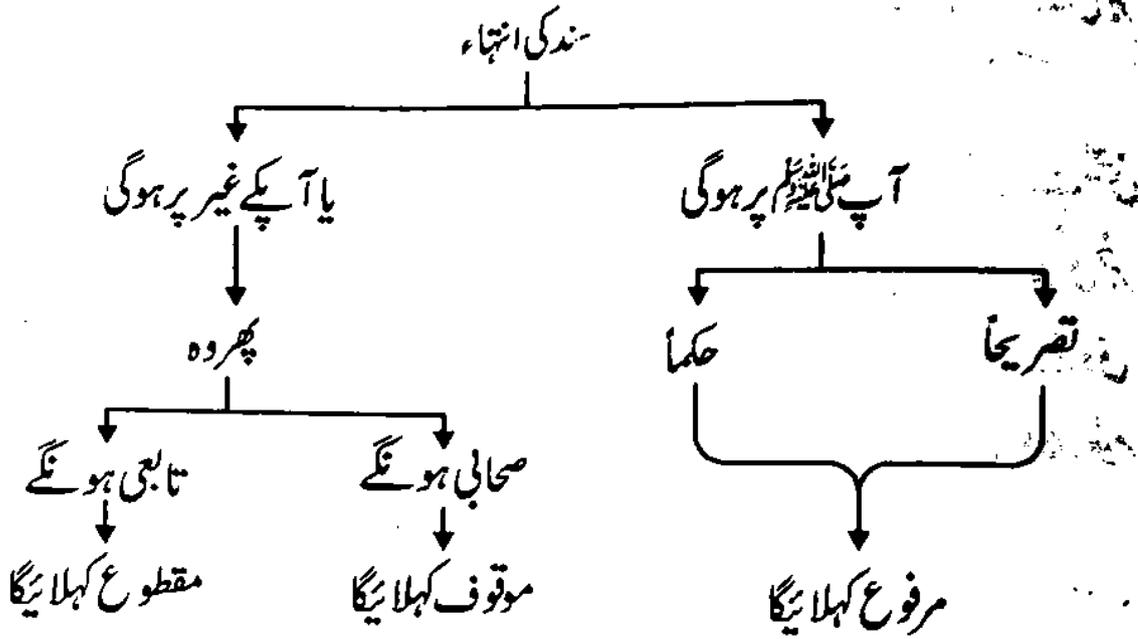
اسناد کی انتہاء کا بیان

اسناد کی انتہاء یا تو آپ ﷺ پر ہوئی ہوگی یا پھر آپکے غیر پر ہوئی ہوگی، اگر آپ ﷺ پر ہوئی ہو یا تو تصریحا ہوگی یا حکماً ہوگی دونوں حالتوں میں حدیث مرفوع ہوگی، اور اگر آپ کے غیر پر سند کی انتہاء ہوئی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ صحابی ہونگے یا تابعی، اگر صحابی ہو تو حدیث موقوف ہوگی اور اگر تابعی ہو تو حدیث مقطوع ہوگی۔

مرفوع صریحی کی مثال:

وہ حدیث جس میں صحابی یہ کہے سمعت رسول اللہ یقول کذا یا حدثنا بکذا اور یا صحابی یا اسکے علاوہ کوئی یہ کہے قال رسول اللہ ﷺ انہ قال کذا اس حدیث کی سند کی انتہاء آپ علیہ السلام پر صراحۃ ہوئی ہے۔

مرفوع حکمی کی مثال:

اس صحابی کا قول جس نے بنی اسرائیل کی کتابوں سے روایات نہ لی ہوں اور اس میں اجتہاد کی بھی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا کسی لغت کے بیان اور شرح سے تعلق ہو جیسے گذشتہ واقعات کی خبر دینا، آغاز خلقت یا اخبار انبیاء علیھم السلام بیان کرنا یا آنے والے امور کی خبر دینا جیسے: ملاحم، فتن، اور قیامت کے احوال کے بارے میں خبر دینا یا کسی کام کے کرنے پر مخصوص ثواب اور عقاب کا ذکر کرنا۔

اس جیسی احادیث کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مرفوع حکمی ہے یعنی اس کی سند کی انتہاء آپ علیہ السلام پر ہوئی ہے، کیونکہ اس قسم کے اخبار و واقعات کی خبر دینے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اطلاع حقیقۃً آپ علیہ السلام ہی نے دی ہوگی اگر چہ بظاہر کوئی صحابی یا کوئی اور دیتا ہو (شرح نخبۃ الفکر ،ص:۵۹،علوم الحدیث،ص:۵۴،۵۵)

موقوف کی مثال:

قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ :حدثوا الناس بمایعرفون

(ترجمہ: لوگوں سے وہی بیان کرو جسے وہ جانیں اور سمجھیں)

اس حدیث کی سند کی انتہاء حضرت علیؓ پر ہی ہوئی ہے۔ (بخاری، کتاب العلم ؛۲۴/۱،علوم الحدیث،ص:۵۶)

مقطوع کی مثال:

جیسے بدعتی کے پیچھے نماز کی بابت حضرت حسن بصری تابعی کا قول:

صل وعلیہ بدعتہ (نماز پڑھ لیا کرو اس کی بدعت اسی پر پڑے گی)

اس حدیث کی سند کی انتہاء تابعی پر ہی ہوئی ہے۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب امامۃ المفتون والمبتدع: ۹۶/۱،علوم الحدیث ؛ص:۶۰)

تمت بالخیر

دارُالنّاشر
عمر سنٹر حق سٹریٹ اُردو بازار-لاہور 0333-8335011